

COMMENTARY

ON

THE EPISTLE OF ST. JAMES.

یعقوب رسول کے خط عام

کی تفسیر

میں اور مفید دیا چہ وغیرہ کے



ڈاکٹر جے۔ ایچ۔ آر بن صاحب ایم۔ اے۔ ایم ٹی
نے

استادان و پبشر لن انجیل جلیل کے استعمال کیلئے تصنیف کیا

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

اتارکلی لاہور

قیمت 4

16 19 6

بارتول (۵۰۰)

P. R. B. S. Lahore.

ویساچہ

مصحف۔ وہ یعقوب جو بزرگ یا بڑا کہلاتا ہے۔ اور جو یحنا کا بھائی
 اور نہدی کا بیٹا تھا۔ اس خط کا مصنف نہیں۔ کیونکہ وہ اس خط کی تصنیف
 ہونے سے پہلے شہید ہو چکا تھا۔ (یعنی قریب ۳۳۰ء کے۔ دیکھو اعمال
 باب ۱۲) غالباً یہ خط اس یعقوب کا لکھا ہوا ہے۔ جو یرشلیم کی کلیسیا کا
 سر مجلس تھا۔ (اعمال ۱۲: ۱۴ و ۱۵: ۱۳ و ۲۱: ۱۸) جسے پولس خداوند کا
 بھائی کہتا ہے۔ (گلائی ۱: ۱۹) اور جو الفی سینے (کلیو من) اور (ہما سے
 خداوند کی ماں کی بہن) مریم کا بیٹا تھا۔ سب لوگ کہا یہودی اور کیا
 عیسائی ہاں کے نیک پلن اور عارفانہ زندگی کے باعث اس کی بڑی
 تعلیم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ لہری بڑی ویرلادی اور دانائی کی وجہ سے
 راستباز مشہور ہو گیا تھا۔ آخر کار فریسیوں اور فقیہوں نے سازش
 کر کے اسے ہیکل کے کنگرے پہ سے گرا دیا۔ اور پھر پتھر مار کر کے اسے
 جان سے مار ڈالا۔ شہر یرشلیم کے برباد ہونے سے ایک سال پہلے یعنی
 ۳۳۰ء میں اس بزرگ کی شہادت وقوع میں آئی۔

کہ تصنیف ہوا۔ ۳۳۰ء میں۔
 کہاں تصنیف ہوا۔ یرشلیم میں۔

کن کے لئے تصنیف ہوا۔ یہ خطوط عام میں سے پہلا خط ہے اور۔

ان یسوی سبیلوں کے لئے لکھا گیا تھا۔ جو بارہ فرقوں سے علافہ رکھتے تھے اور ان دنوں دہریہ مسلمانوں کے مختلف جھنڈوں میں ترس رہے تھے۔ یہ لوگ قسم قسم کی مشکلات اور طرح طرح کی ایذا اور تکلیف میں گرفتار تھے۔ بیشتر افلاس اور غربی کے سبب سخت مصیبت اور تنگی میں گرفتار تھے۔ اس پرانہ حال کی وجہ سے ان کی روحانی حالت میں بہت تنزل آ گیا تھا۔ دینا دہری اور غرور۔ خود غائی اور خود غرضی۔ طمع اور ہنگامی۔ جھگڑے اور شاد ایک وجہ تک ان لوگوں میں پائے جاتے تھے۔ علاوہ یہاں دہریہ و فتنہ مسیحیوں کی بڑی عزت کرتے اور ان کی صحبت کے مشتاق رہتے تھے۔ مگر غریب عیسائیوں کو خدشات کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ لیکن ان کے تنزل کا اصل باعث یہ تھا کہ ان کو عیسوی مذہب کی خبریں اور عیسوی رانڈوں کی تحقیق کرنے کا شوق نہ تھا۔ وہ اپنے غریبے علم کو بہت کچھ سمجھتے اور اپنے ایمان کے نہایت یعنی سرسری الفاظ پر اکتفا کرتے تھے۔ گویا ان میں سے بہتوں کا مذہب صرف نام کا مذہب تھا۔

اس خط کی عبارت اور اس کے خواص۔ عبارت اس خط کی سبب طبعیت اور پُر معانی ہے۔ طرح طرح کی تشبیہیں اور تشبیہیں بڑے زور اور شاعری کے ساتھ سادہ سادہت میں منسلک کی گئی ہیں۔ تمام خط شروع سے آخر تک وضاحت اور تفسیر کلام سے بھرپور ہے۔

مقصد اور مضامین۔ یہ خط اول سے آخر تک اخلاقی اور قابل تعمیل نصیحتوں سے بھرپور ہے۔ چنانچہ ان کو خطوط کا پہلا ہی خط بھی کہا جاتا ہے۔

ہیں۔ جس پہلے میں یہ خط عیسوی مذہب کو پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسوی مذہب شریعت کا مکمل باقائیت ہے۔ اور کامل عیسوی تصدیق پیش کرتا ہے۔ اور وہ اس بات پر کہ محبت فرمانبرداری کی راہ سے کام کرتی ہے۔ زور دیکر ظاہر کرتا ہے کہ شریعت کو پورا کرنے کا یہی بڑا اصول ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ کہ انجیل ایک نئی اور آزادگی کی شریعت ہے۔ (یعقوب ۱:۲۵ تا ۱۲:۲۵) رسول یہ چاہتا ہے کہ ان خیالات کی جو یہودیوں کے دماغ میں مروج تھے۔ اصلاح اور تصحیح کرے۔ کیونکہ وہ اپنے رحم میں ہر کچھ سمجھتے تھے کہ خدا ہم کو ضرور راستہ باز ٹھہرائیگا۔ کیونکہ ہم نے اس کی شریعت کا خواہ سچوہ ہے۔ ہم اس کی ذات و صفات کا علم نہیں رکھتے ہیں۔ ابراہیم کی نسل سے جو خدا کے حضور مقبول ٹھہرنے کے لئے کافی رسید ہے۔ عملی رہنمائی اگر نہ ہو تو کیا مضائقہ۔ ہمارا ایمان ہم کو سچا لیتا ہے۔ جو تعلیم ایمان پر پولس نے نامہ رومیوں میں دی ہے یعقوب اس کے برعکس کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اس کا دوسرا پہلو دکھا کر اسے مشکل کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے خط میں اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہمیں صرف شریعت کا نسخہ والا نہیں بلکہ عمل کرنے والا یعنی ابراہیم کی طرح اعمال سے راستہ باز ہونا چاہئے۔ چونکہ اس کے خط کا مقصد یہ ہے کہ عیسوی اعمال یا دوسرے لغتوں میں عملی سمجھتے پر زور دیا جائے۔ اس لئے وہ اپنے خط میں عیسوی مسائل اور تعلیمات کا چنداں تذکرہ نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی بات سچ کی شخصیت و طبع کی نسبت پیش کرتا ہے۔ تاہم سارے خط

شریعت کا موجد اور وہی عدالت کے دن انصاف کرنے والا ہے۔ اسی نے
آزادی کی کامل شریعت عطا کی۔ وہی اس کو قائم رکھنے والا ہے (۱۲:۳)
(۱۵:۵) اس آخر الذکر مقام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح
وہ "مخداوند" کا لفظ خدا کی شان میں استعمال کرتا ہے اسی طرح اس
لفظ کو یسوع کے نام کے ساتھ بھی لیتا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ
مخداوند یسوع مسیح کے گواہوں میں سے یسوع ایک بڑا بچہ اور معتبر
گواہ ہے۔

آخر میں ہم یاد دلاتے ہیں کہ جن اخلاقی اصول کا اس خط میں تذکرہ
پایا جاتا ہے۔ وہ ہندوستان کے مسیحیوں کے لئے شہادت ضروری ہیں۔ وہ
ایسے عملی قواعد ہیں جو ہمارے زمانہ اور خصوصاً اس ملک میں ہماری
موجودہ حالت سے بڑی مناسب رکھتے ہیں۔ بہت سے نصیحت بخش وعظ
اور دس دس خط سے تیار ہو سکتے ہیں۔ پس ہم ناظرین کو بڑی
تاکید سے اس خط کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں۔

خلاصہ مضامین

اول۔ خطاب۔ ۱-۱

دوئم۔ بیانیات۔

(۱) برداشت کی نسبت۔ ۲:۱-۱۸

(۲) کلام اللہ کو عمل میں لانے کی نسبت۔ ۱۹:۱-۲۶

تیسرے صبح کی شمالی ظہیم کا ٹکس پایا جاتا ہے۔ بالخصوص اس کے پہاڑی
وخط کا۔ (مقابلہ کرو یعقوب ۲:۱ اور متی ۱۲:۵ کا۔ پھر یعقوب ۵:۱ اور
۱۵:۱ کا ساتھ۔ متی ۷:۶-۱۱ کے۔ پھر یعقوب ۲۲:۱ ساتھ۔ متی ۲۶:۴
کے اور پھر ۲۳:۱۲ اور متی ۷:۶، دقتی ۱۳:۱۴ کا ۱۵:۲ اور ۱۶:۲ اور متی
۲۱:۱-۲۳ کا اور ۳۱:۳ اور متی ۲۴:۲ کا پھر ۳:۱۱ کا ۱۲ کا ساتھ۔
متی ۲۰:۱۱ کے ۲:۱۵ کا ساتھ ۱۹:۱۶ کے پھر ۲۵:۱ اور متی ۲۱:۱۳ کا
پھر ۱۹:۱۴ اور لوقا ۲۵:۱۶ کا پھر ۲۳:۱-۱۸ اور متی ۲۲:۱۵ کا پھر ۱۳:۵
ساتھ متی ۳:۱۵) پھر یعقوب کی صحت دیکھ کر اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ شریعت پر کیوں اتنا تند دیتا ہے۔ وہ خود راستہ باز کے لقب سے
مفتاب تھا۔ اگرچہ اسے نئے خیالات کو قبول کر لیا تھا۔ تاہم پرانے حد
کی باتیں بھی اس کے دل پر نقش تھیں۔ گویا وہ یسوعی اور کسی نہیب نبی
شریعت اور انجیل کے درمیان ایک ایسی کڑی تھا۔ جہاں یہ دونوں وصل
پاتے تھے۔ اس نے بڑی وجہ کے بعد مسیح کے دعویٰ کو قبول کیا تھا۔ اس
لئے ممکن ہے کہ اس نے انجیل کے مشا اور دعویٰ وحی کو بخوبی دیکھا
ہو۔ تاہم اس کے خط سے جا بجا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ پورے ایمان سے
مسیح کو خدا کا ازل بیٹا مانتا تھا۔ مثلاً وہ اپنے تئیں خدا اور خداوند مسیح کا
کا بندہ کہہ کر خدا اور مسیح کو برابر سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک مسیح ہی
"ہلال کا مالک ہے" ۱:۲ لوگ اسی کا نام لے کر دعا مانگتے اور وہی
دن کے دُعائوں کا جواب دیتا ہے۔ (۱۳:۵-۱۳) وہی اس کے نزدیک

سوگم۔ نصاب۔

- (۱) لوگوں کی طرفداری اور رعایت کرنے کے بارے میں ۱۳۰:۱۶-۱۳۱:۱۶
 (۲) بے عمل اور بے پھل ایمان کے بارے میں ۱۳۲:۳-۱۳۳:۲۶
 (۳) شکر اور بے لگام زبان کے بارے میں ۱۳۳:۱۱-۱۳۴:۱۱
 (۴) اس بارے میں کہ حسد اور جنگشاپچی داناہی کے خلاف ہے۔
 ۱۳۴:۱۸-۱۳۵:۱۸

(۵) بدی اور دنیاوی شہوتوں کے بارے میں ۱۳۵:۱۱-۱۳۶:۱۲

(۶) ذاتی غمیوں اور غافلوں پر غور کرنے کے بارے میں۔

۱۳۶:۱۳-۱۳۷:۱۴

- (۷) اس بارے میں کہ چارہ بھروسہ دولت پر نہیں بلکہ خداوند پر ہونا چاہئے۔ مشرعوں اور ستم پیشہ دولت مندوں کی حالت پر وارڈیل۔ ۱۳۷:۱۵-۱۳۸:۱۵

چارم باب

(۱) ہرداری کی نسبت ۱۳۸:۱۵-۱۳۹:۱۵

(۲) انا اور تقدیر کی نسبت ۱۳۹:۱۵-۱۴۰:۱۵

(۳) اور لوگوں کو مسیح کی طرف رجوع کرنے کی نسبت ۱۴۰:۱۵-۱۴۱:۱۵



یعقوب کے خط کی تفسیر

پہلا باب

۱- یعقوب کا جو خدا اور خداوند یسوع مسیح کا بندہ ہے۔ ان بارہ فرقوں کو جو تتر بتر ہوئے سلام۔

یعقوب۔ دیکھو دیرپاچہ۔ خدا کا بندہ۔ یعقوب اس وقت باعتبار اپنے مرتبہ کے سب رسولوں سے بزرگ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم وہ ایسا فرقہ ادا نکندہ ہے۔ کہ اپنے تئیں بندہ کہتے خوشے شرماتا نہیں۔ جو لوگ کلیسیا میں اونچے عہدوں اور اعلیٰ مراتب پر ممتاز ہیں وہ خادم سے بڑھ کر نہیں۔ بس ہیں خادم بننے کا نہیں بلکہ خادم بننے کا خواہشمند ہونا چاہئے۔ خادم یا بندہ ایسا غلط ہے جس کی جہیں چاہی قدر کرنی چاہئے اور یسوع مسیح کا بندہ۔ یہ الفاظ مسیح کے عہدوں کے ثبوت میں ایک بڑی پر نور شہادت ہے۔ (دیکھو دیرپاچہ) ان بارہ فرقوں کو۔ یعنی یہودی مسیحیوں کی طرف جو یہ ظلم کو اب تک مذہب کا مرکز سمجھتے تھے۔ یہ غلط عام جو نصیحتوں سے پُر ہے یعقوب جہم کلیسیائے یروشلم کی جانب سے روانہ کیا جاتا ہے۔ تتر بتر ہیں۔ یہودی قوم کا رومی سلطنت کے فسادات میں تتر بتر ہو جانا اچھلی بشارت کے لئے ایک

عہدہ وسیلہ بن گیا۔ لیکن خدا اپنے بندوں کو جو ستر ہزار ہجرت سے پہلے
نہیں تھا۔ بلکہ ان کی یہودی ہمیشہ آئے تہ نظر تھی۔ چنانچہ یہ خط انہیں
کی تسلی اور تشفی کے لئے رقم ہوا۔ دیکھو حقیقی اہل ۶: ۱۱۔ سلیم۔ غلطی
میں اس لفظ کے غیر باغوسی ہیں۔ دوسری کیت میں اس غلطی کا ذکر
آتا ہے۔

۲- اسے میرے بھائیو۔ جب تم طرح طرح کی آزمائشوں میں پڑو تو اسے
کمال خوشی سمجھو۔

کمال خوشی سمجھو۔ ہر آزمائش کو کمال خوشی کا باعث سمجھنا چاہئے۔
ابنہ یہ بات ظاہر مشکل سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کلام میں بہت سی
ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو دیکھنے میں ناممکن اور اُن ہوتی معلوم
ہوتی ہیں۔ مگر درحقیقت اُن ہوتی اور ناممکن نہیں ہوتیں۔ یہ بات
بھی اس قسم کی ہے۔ فلسفہ کی یہ رائے ہے کہ آزمائشوں کے عالم
میں سکون قلب اور خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ مگر یہی فریب
سکھانا ہے۔ کہ ایسی حالت میں خوش و خرم ہونا چاہئے۔ میرے
بھائی بھائی۔ یہ الفاظ اس خط میں بہت دفعہ آتے ہیں۔ ان سے
قوی پختہ اور ایسی مشاکلت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز اسے محبت اور بھائی
ہمدردی مترشح ہے۔ پڑو۔ اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آزمائشیں
ہم کو اچانک آ رہی ہیں۔ وہ ہم کو چاندن طرف سے گھیرے ہیں۔
لہذا ہمیں ہر وقت ہشیار اور مستعد رہنا چاہئے۔ تاکہ جب وہ آئیں

تو ہم حواسِ ہفت ہو کر مغلوب نہ ہو جائیں۔ طرح طرح کی آزمائشوں
 میں۔ آزمائشیں مختلف درجہ اور اقسام کی ہوتی ہیں۔ قدیم کلیسیا
 کے سبھی افلاس اور تحقیقِ حقیقہ اور ایسا رسائی کے مصائب میں گرفتار تھے۔
 آزمائشوں سے سبھی فصاحت و دیکھ بھلہ ہو گئی تھی اور صاف کی جاتی تھی۔
 اور اعظم درجہ کے سیحون کا حصہ تھے۔ (دیکھو کلیسیا ۱۱: ۱۱ پرچہ ۱۷ ص ۳۳)
 ۲۔ ترقی و ترقی (۱۰: ۱۰) جو آزمائشیں ہم کو گرفتار معلوم ہوتی ہیں خدا
 ان کو اپنے فضل کے ثبات سے اٹھنے والے ہانڈوں میں تبدیل
 کر سکتا ہے۔ مگر شیطان کو کوشش کرتا ہے کہ ہماری نصیحتوں کے ذریعہ
 سے ہمیں ذرا یقین کے ادا کرنے سے روکے اور ہمیں قید گناہ میں اسیر
 کر رکھے۔ اور یوں ہمیں بڑا درد و غم و غم و غم بنا دے۔ لیکن
 ہمیں ان آزمائشوں کی نسبت و خیال کرنا چاہئے۔ کہ یہ چکیں ہیں
 جنہوں نے بھلیوں کا لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ بھلیوں کے ہاتھوں سے
 خدائیہ کرتا ہے۔ (الہام ۱۰: ۱۰)

۱۔ قلم کے قاصر ایک شاعر کی مانند ہے۔ سوچ بود اپنے ہندوں
و معاذیب و تکالیف کی بجٹی میں گرنے دیتا ہے۔ تو اس وقت اسکو
ایک ایسا مطلب تو نظر ہوتا۔ جو فضل اور محبت سے چرچ ہوتا ہے۔ وہ
تو جانتا ہے۔ کہ جو خوبیاں ہم میں عہد اور شیعہ ہیں اور قبیح ہیں۔
و ظاہر ہیں۔ اور ہماری نیک خصائل نشو و نما پائیں۔ اس مطلب
کو چمکا کرنے کے لئے ہمارے تفکرات اور ذمہ داریاں روزمرہ کی

تب تک کسی خواصیت چیز کی شبیہ اس پر نقش نہیں ہوتی۔ سو اسی طرح انہیں لوگوں کی طبیعت اور مزاج سے خدا کی شکل منکس ہوتی ہے۔ جو لوگوں کی آگ سے سبھ اور مٹاوت کے ساتھ گذرتے ہیں۔ دیکھو ۱۔ پطرس ۱۔ ۹۔ ۱۰۔ پطرس ۱۲۔ ۱۳ اور عبرانی ۱۱۔ ۱۲۔

۲۔ ہانگر کہ تیرا سے ایمان کی آزمائش صبر پیدا کرتی ہے۔

آزمائش۔ یعنی سونے کی طرح ایمان کے تائے جانے سے مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح سونا آگ میں تپایا جاتا ہے۔ یا اور پیش کیفیت چیز پر پڑھی اور آزمائی جاتی ہیں اسی طرح لازم ہے۔ کہ ایمان بھی پرکھا اور آزمایا جائے تاکہ وہ زیادہ تر خالص اور مضبوط بن جائے۔ یہ بات خاصہ کہ نو مریدوں اور جوان سیمپوں کی حالت سے زیادہ علاقہ رکھتی ہے۔ روحی ۱۵۔ ۲۰۔

صبر۔ استقلال۔ کسی کام میں متواتر نگہ رہنا۔ استقلال اور ثابت قدمی سے کسی بات کو سونا۔ برداشت کرنا۔ دیکھو لوقا ۱۵۔ ۱۸۔

۳۔ صبر کا کام چھما جوتے دو۔ تاکہ تم کا دل اور ہرے ہو۔ اور کسی بات میں ناقص نہ رہو۔

یعنی صبر کہ کمال استقلال اور برداشت سے اپنا پورا کام کرنے کو اسے اپنا پورا کرنا جوتے دو۔ جو آدمی آخر تک برداشت کرتا ہے۔ اور ہر ایک آزمائشوں کا رعبہ اور اپنی صلیب کا بد خوشی سے اٹھاتا ہے۔ وہی آدمی مضبوط فصلت یعنی دیکر کھڑا رکھتا ہے۔ استقلال وہ نہیں ہے جو چاہئے

دیان نایاب ہے۔ ہم اکثر بڑے جوش و خروش سے نیک کاموں کو شروع کرتے ہیں۔ مگر بہت مدت گزرنے میں پاتی کہ ہم اپنی کوششوں میں دلچسپی اور دباؤ اور بے پرواہی سے چھوٹے ہیں۔ بہت سے سپاہی ہیں۔ جو میدان جنگ میں خوب لڑ سکتے ہیں۔ مگر اقل درجہ کے سپاہی ہوتے ہیں۔ جو کہ جنگ کی اچھی طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ بدعت کی سپاہ کے لئے وہ لوگ نقیب ہوئے۔ جنہوں نے ثابت کر دیا کہ ہم تخلیعوں اور صورتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور ہم پر۔ ہر موسم ہو سکتا ہے۔ کہ ہم آخر تک عزم با عزم کو اللہ سے نہ چھوڑیں گے حقیقی مسیحی کو خدا آزمائش کی آگ کے اندر دیکھو۔ شاید وہ کسی بیستاک آزمائش کے شعلوں سے جل رہا ہے۔ یا شاید کسی ایسی مرض میں مبتلا ہے۔ جس کے سبب سے اس کا دلین سوکھ کر کاشا سا ہوا جاتا ہے۔ یا افلاس اور محتاجی کے چنگل میں گرفتار ہے۔ یا شاید تیر کسوائی اور شانِ حقارت کا نظارہ بنا چکا ہے۔ یا کوئی اس سے مرافی اور شفقت۔ تندیب اور شرافت سے پیش نہیں آتا۔ یا شاید اسے اپنے عزیزوں اور پیاروں کی موت کا غم کھائے جاتا ہے۔ لیکن وہ نہ شکوہ و شکایت کو زبان پر لگاتا ہے۔ اور نہ کوشاں ہے۔ بلکہ بڑے حلم اور صبر اور استقلال کے ساتھ آگ کے درجوں نیچ پھر رہا ہے۔ اس کے بشری سے دلیری اور شجاعت کے آثار نمایاں ہیں۔ ذلادی کلن کی طرح اگر اس میں غم آ جائے۔ مگر وہ ٹوٹنے کا ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ اس آگ

میں خداوند سبحان کی صفائی اور اس کی حفاظت اور چہرہ کی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے۔ جس طرح جبکہ نصیر کی آتشیں بجتی ہیں اُن تین میری ذہانوں نے ان پرستوں کو محسوس کیا۔ بلکہ وہ اس نتیجہ کو جو اس آگ سے پیدا ہوگا۔ سوچ کر خوش ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو کہ افسانہ لوگوں سے کامل بناتا ہے۔ ہیبت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے۔ اور یہ سوچ کر کہ میری تکلیفیں میرے خدا سے بھی ہیں۔ کہ مجھے ایک نوبت اور عورت دار اور کارآمد برتن بنائے اپنے دل میں بڑی فتنی پاتا ہے۔ جب پلوں نے خداوند کے یہ الفاظ سنے۔ "میرا فضل تیرے لئے کافی ہے۔ اُس نے جاننا کہ میرے جسم کا کاشا میرے فائدہ کے لئے ہے۔ اُس کے بعد اس نے پھر کبھی اس کے کمانے کی آرزو اور کوشش نہ کی۔ کامل بنو اور پورے ہو۔ یعنی کوئی نقص ہو اور نہ کسی جہت یا جہت کی کسر رہے۔ ہر کسی کی دلی آرزو اور اعلیٰ فرض یہ ہونی چاہیے۔ کہ اسے صبح کی سی خوش اسلوبی اور کامل خصلت نصیب ہو۔ ایسی خصلت جس کی روحانی صفات و قواد اور تہمیل اپنے قد و قامت تک پہنچی ہوئی ہو اور جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو۔ ہم چپ چاپ نہ بیٹھیں۔ کیونکہ ہمارے دماغ بلا ہٹ کا وہ نشان جس کی طرف ہمیں متواتر پڑتے رہنا چاہئے۔ یہی ہے۔ خدا چاہتا ہے۔ کہ اس کی بیگی مکمل ہو۔ سو وہ نہیں چاہتا کہ اکیں کہیں ریچ کی گئی اور کہیں محراب کی کسریائی۔ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے جادہرات بے نقص اور بے عیب ہوں۔ وہ چاہتا ہے کہ

اس کے فرزند کامل ہوں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کہ تم کامل بنو۔ جیسا میں تمہارا آسمانی باپ کامل ہوں۔

۱۔ ہر اگر کوئی تم سے حکمت میں قاصر ہو۔ تو خدا سے مانگے جو سب کو عبادت کے ساتھ دیتا ہے۔ اور اگنا نہیں دیتا کہ اسکو عنایت ہوگی۔

اگر تم میں سے کوئی حکمت میں قاصر ہو۔ چنگ کامل بننا

ہم کی ہدایت آیت ۴ میں کی گئی ہے۔ آسان کام نہیں۔ اس لئے بول دیتا ہے۔ کہ اگر کوئی اپنے تمیں حکمت میں قاصر دیکھتا ہو

یعنی اپنی کردہی اور نادانی کو محسوس کرتا ہو۔ تو چاہئے کہ وہ خدا سے مانگے۔ وغیرہ۔ نادانی سے ایسی جگہ فقط علم و فہم ملو نہیں۔ بلکہ ایسی حالت

اور ایسا اعلیٰ مزاج خدا ہے جو آزمائشوں کو خوشی اور ہواشت سے سمجھتا ہے۔ پس اس حکمت سے وہ اعلیٰ نادانی خدا ہے۔ جو ہمیں

برحمت میں نواہ وہ کسی ہی ناقابل ہواشت کیوں نہ ہو۔ مطہین عمار اور مستقل مزاج رہنا سکھاتی ہے۔ دیکھو آیات ۱۰۰۔ ایک۔

۱۔ نادانی اپنے بھلوں سے اور نتیجوں سے بچانی جاتی ہے۔ ۳ باب ۱۰۔

۱۰۔ اہم اس گونا میں جو آزمائشوں اور اضطرابوں اور شہد و شعبے ہے۔ اس حکمت کے کیسے محتاج ہیں۔ خدا سے مانگے۔ یعنی

اس کے پاس جو تمام خوبیں اور اچھی نعمتوں کا بیج ہے۔ اور سچے علم حکمت کا سرچشمہ ہے جائے۔ آسمانی بیک خدا کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ سو جس وقت ہمیں ضرورت ہو۔ اور ہر حالت میں

جس شے کے محتاج ہیں اسی وقت ہمیں اپنا چمک دودھ پروانہ چسے
 دکھا کر روپیہ چیلنے ہیں، پیش کرنا چاہئے۔ سخاوت کے ساتھ دیتا
 ہے۔ یعنی بے تکلفی اور کشادہ دلی سے دیتا ہے۔ البتہ تمہیں دیتا
 غصہ نہیں دیتا۔ ہماری موجودہ ناواقفیت اور گزشتہ ناپاسی اور حماقت کی وجہ
 نہیں دلاتا۔ یہ عجیب و غریب سخاوت اور فیاضی اس بات کو ثابت کرتی
 ہے۔ کہ وہ مانگنے والوں سے اپنی برکتیں باز نہیں رکھتا۔ یہودی اکثر
 اس طرح دیا کیا کرتے تھے۔ اسے خدا مجھے آدمی کا محتاج نہ بنا کر دیکھو
 انکی قربانیاں تھوڑی۔ پر لھنے بہت ہیں۔ سو قرآن نے ہی کشادہ ہونے سے
 یہی احتیاج رفع کر۔ خدا اپنی نعمتوں کو ہم سے باز نہیں رکھتا۔ اگرچہ
 وہ اپنے علم سے جان دیتا ہے۔ کہ اگر دی گئیں تو بڑے طور پر استعمال
 کی جائیگی۔ لیکن ان کی وہ دوا جو اس نے دنانی کے لئے کی چاہنی چاہئے۔
 خدا دوا کا جواب دیتا ہے۔ (۱) دوا خدا کو عزت اور بزرگی دیتی ہے خدا
 دوا کو اپنے مرتبہ عطا کرتا ہے۔ یا د رکھنا چاہئے۔ کہ جب ہم خدا سے کچھ
 مانگتے ہیں تو ہم سلطان المسلمین کے آگے اپنے ہاتھ پھیلاتے
 ہیں۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ ہم بڑی بڑی برکتوں کے لئے دوا
 مانگیں۔ ہمیں بڑی بڑی چیزوں کی درخواست کرنی چاہئے۔ اور بڑی بڑی
 چیزوں کا منتظر رہنا چاہئے۔ ہمارے آسمانی باپ کی خوشی اس میں ہے
 کہ ہم چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی احتیاج اس کے پاس لائیں۔ کیا ہم
 استحقاق اور آزمائش میں مبتلا ہوں۔ کیا بار بار تفلکات ہم کو دیا رہے ہیں

آہ! ہم اکثر اوقات بے تسلی رہتے اور نعمتوں کو اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ ہم اپنی
 ہر ایک مشکل کو دوا ہی کے وسیعہ خدا ہی کے پاس نہیں لیجاتے۔
 ہمارے نامعلوم آئندہ کی تکلیفی اسی کے ہاتھ میں ہے ہمارے وہ چاہتا ہے کہ
 ہم اپنے آئندہ کی نسبت اسی پر ٹھہرا چھوڑیں کریں۔ وہ اپنے فرزندوں کی
 طرف غلبہ پر کر ہر ایک سے کتنا ہے۔ تو اپنا شہ کھول اور میں اسے
 ہر روز دیکھا۔ دی اکیلا اس لئے ہے۔ کہ ہمیں وہ سن عطا کرے۔ جس کے ہم
 اس صحرائی مسافت میں ہر روز محتاج ہیں۔ نہیں لازم ہے۔ کہ ہم ہر روز
 نیا اور تازہ ذخیرہ جمع کرتے۔ (۲) بائبل کے سب بشور بزرگ مرد دوا
 تھے۔ اور ہمارا خداوند مرد دوا تھا۔ بائبل کی ان دواؤں کا جو قبول ہر جگہ
 میں مطالعہ اور مقابلہ کرنا چاہئے۔ (۳) دوا مانگنے کے لئے ہم کو طرح طرح
 کی تحریکیں اور احکام دیئے گئے ہیں۔ (۴) خدا نے دوا کو ہمارے لئے
 دسویں فضل کا وسیلہ بنوایا ہے۔ بلکہ اسے ہماری زندگی کے لئے
 دستور العمل اور ایک قانون مقرر کیا ہے۔ دوا کسی زندگی کے لئے بمنزلہ
 راسخ کے ہے۔ کہ ہر صاحب دوا کو یہی کی سوداگری اور چابوئی کہتے
 ہیں۔ (۵) خدا ہر ایک اپنی دوا کو شستا ہے۔ اور یا تو وہ وہی شے جو ہم
 مانگتے ہیں ہم کو بخشتا ہے۔ یا اس کی جگہ کوئی اور بہتر شے ہم کو مرحمت
 فرماتا ہے۔ اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ لڑائی اور حادق حکیم رئیس کو
 وہ چیز جو وہ مانگتا ہے نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اس کو وہ چیز
 قسمی دیر کے لئے لذت بخشیگی۔ مگر بعد میں معرفت کا باعث بنیگی۔ اور

اس میں کلام نہیں کہ طبیب بیمار کے فائدہ کی غرض سے وہ چیز نہیں دیتا
علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے اور دانا ماں باپ بھی اپنے بچوں سے
ایسا ہی سوک کر ہتے ہیں۔ سر خدا بھی اسی طرح اپنے بندوں سے پیش
آتا ہے۔ وہ جہیں ہر ایک شے جو ہم مانگتے ہیں۔ نہیں دیتا۔ لیکن ہر شے
جس کی ضرورت ہم کو ہوتی ہے۔ ہمیں عطا کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم بھی دُعا
کے تمام لوازمات پورے کریں۔ (۹) روحانی برکات کے لئے جو دُعا کی
جاتی ہے۔ اُسے خدا کبھی نا منظور نہیں کرتا۔ بلکہ ہر وقت بغیر کسی طرح
کے عذر اور شرط کے اس قسم کی دُعاؤں کو بخشنے اور جواب دینے کو
تیار ہے۔

۶۔ چہ ایمان سے مانگے۔ اور کچھ شک نہ کرے۔ کیونکہ شک کرنے والا
سنت کی لہر کی مانند ہے۔ جو چرا سے نکلتی اور آٹائی جاتی ہے۔

پر ایمان سے مانگئے۔ یعنی اپنے ہمیں خدا پر چھوڑ دے۔ اور یہ
یقین اور بھروسہ رکھے کہ میں جو کچھ مانگتا ہوں۔ وہ دے سکتا ہے۔ اور
دیانا چاہتا ہے۔ عذر دُعا کے شرائط ایل میں صریح ہیں۔ (۱۰) نسب سے
پر ہی شرط ہے۔ کہ دُعا سادی اور سچے اور سرگرم ایمان سے کی جائے
بدل ایمان کے کوئی شخص خدا کے پاس آ نہیں سکتا۔ اور نہ اسے عرش
پر سکتا ہے۔ ایمان خدا کو عزت اور جلال دیتا ہے۔ اور ساری برکات
مطہرہ کی تخصیص کے لائق بناتا ہے۔ لیکن ایمان اپنے ثبوت اعمال کی بنا
سے ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ یعقوب رسول باب دوم میں دکھاتا ہے دراصل

خاص برکت پر جس کا خدا کی مرضی کے مطابق ہونا ثابت ہے۔ دُعا کو محدود محدود
ہونا چاہئے۔ یعنی دُعا کے مضامین میں خلط غلط نہ ہوں۔ بلکہ ساری کے
ذہن میں ایسے صاف اور چھا دُعا ہوں۔ کہ وہ جانے کہ میں اُس وقت
نفل خاص برکت کے لئے خدا سے دُعا مانگ رہا ہوں۔ مترجم (۱۱) جانے
کہ ساری استغاثوں اور اصرار کو کام میں لائے۔ یعنی ایک دفعہ مانگ کر
بکشتہ خاطر نہ ہو جائے۔ بلکہ بار بار مانگتا رہے۔ (۱۲) چاہئے کہ وہ سرگرمی کو کام
میں لائے۔ یعنی جس طرح یعقوب نے خدا کے وقت کے ساتھ کشتی
کر کے وقت کیا۔ اسی طرح دُعا مانگنے والے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ وہ
سرگرمی سے بچا کرے۔ اور دُعا نہ کرے۔ اُس کو دُعا میں زور اور
بنا چاہئے۔ (۱۳) ساری ایسا شخص ہو جو خدا کی اطاعت و فرمانبرداری سے
نڈی بسر کرتا ہو۔ اور اُس کی مرضی کو قبول کرنے کے لئے ہر دم راضی اور
یار ہو۔ (۱۴) دُعا مانگنے والے کا دل گناہ اور خود غرضی اور حسد کے میل
سے صاف ہو۔ کیونکہ یہ باتیں دشمنہ خالق اور گواہی دہکتی ہیں۔
استہار کی سنت جب استہمال کی جاتی بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ یعقوب
۱۵۔ (۱۵) اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری دُعاؤں کا جواب ملے۔ تو ضرور ہے۔ کہ
ہم خدا کی قدرت اور عدل پر ایمان لائیں۔ اور خداوند یسوع مسیح کے
نام سے فضل کو نیک یعنی اور صدق دلی اور فاداری سے بچکرے رہیں۔
شک کرنے والا۔ یونانی لفظ سے جس کا ترجمہ شک کیا گیا ہے۔ مراد
ناراضی ہے۔ یعنی وہ حالت چراغدار اور بے اعتدالی کے بیچوں بیچ ملتی ہے۔

۱۰۔ انہی کے لئے کہنے کے لئے بیان ہوا تھا کہ وہ اللہ سے ہے۔ اور ہماری
کسی زندگی میں ہے۔ یہی ناکامی اور کوری کا ایک بڑا بھاری باعث ہے۔
۱۱۔ دو دلا آدمی اپنی ساری راتوں میں بے قرار ہے۔

اس آیت کے الفاظ بھی بڑے فصیح کے بیان میں آئے ہیں۔ جس کا
رہنمائی آیت میں ہو چکا ہے۔ دو دلا آدمی اس سے مراد ہے وہ
آدمی جو اپنی ساری طاقتوں میں بے قرار رہے متعلقہ ہے۔ وہ سب کا
غیر۔ کہ سب کے راج اور اپنے شایان میں پایا ہے۔ گویا اس کے
دل ہوتے ہیں۔ ایک خدا کی طرف اور دوسری اور طرف لگا رہت
ہے۔ دو ایک ہی وقت میں اور نیچے دونوں طرف دیکھتا ہے۔ وہ
وہ ہونے کی وجہ سے۔ جو ہر طرف گھومتا رہتا ہے۔ وہ کچھ شے نہیں
رہے۔ بلکہ وہ خالی فضا میں رہتا ہے۔ وہ قسم قسم کی آنکھوں میں آبائی
رنگ ہو سکتا ہے۔ اور یہی مسافر کے دوڑنے کی طرح جلدی ہونے
نہیں بلکہ میں نہیں جاتا ہے۔

۱۲۔ ۱۰۔ بھائی پرست حال ہے۔ اپنی بندھی پر غر کرے۔ اور جو
ہاتھ ہے اپنی پتی پر اس لئے کہ وہ اس کے پھول کی طرح چہرہ لگا
ہوئے میں بگڑتوں وہ بے استقامت کا علاج بناتا ہے۔ چنانچہ وہ
جس جو شکست تھے اور اس میں شک نہیں کہ قدیم زمانہ کے ہتھیار
یہی ایسے تھے یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی بھائی پرست ہو تو وہ اپنی
انہی کی تکلیفوں میں خوش رہے۔ کیونکہ وہ درحقیقت ایک ایسے رتبہ پر

۱۳۔ ۱۰۔ جو منہ پر نہ کی قدرت کے مترادف ہے۔ مگر بلکہ خدا کی قدرت
کو محدود سمجھ کر ہے۔ اپنی ہی طرف جھک جاتے تھے۔ دیکھو۔ ۱۰۔ ۱۰۔
لیکن ہیں۔ اس کے۔ ایک اور ہم کی حالت کا ملاحظہ کرتا چاہئے جو کبھی اندر
میں شک نہ ہو۔ ۱۰۔ ۱۰۔ جو شخص عہد لانا ہے وہ خدا کی بے غرضی کرتا
ہے۔ کیونکہ وہ۔ تو اس کی قدرت کا نال نہیں اور۔ اس کی کو نہیں مانا
کہ وہ دشا چاہتا ہے۔ سب کے ہر کی مانند ہے۔ یہ غرضت تشبیہ
نہیں کہ اس سے کہ ہے جس خود میں اپنی حالت۔ بلکہ یہی
شے ہے۔ جس میں خارجی قرار اور ثبات نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ حرکت میں
ہوتی۔ ہذا میں ہمیشہ نہ عیاں ہوتی رہتی میں ہی حال۔ مستقل
وہ بے قرار آدمی ہے۔ جس کو وہ سائل زبان و اُردو کی طرف آتا ہے
وہ بھی بے اعتمادی میں غرق ہوتا ہے۔ ایک جگہ سے۔ اس میں
جس عیاں ہونے کی بجائے کسی بھی نظر آتی ہے۔ دیکھو۔ ۱۰۔ ۱۰۔
ہم ہمارے چاہتے خداوند کو فہم و فہم کی آواز سے یہ کہتے تھے۔ ۱۰۔ ۱۰۔
نہیں۔ ۱۰۔ ۱۰۔

۱۴۔ ۱۰۔ ۱۰۔ جو شخص ہرگز نہیں دیکھ کر کہ خداوند سے کچھ پوچھا۔

ایسا شخص۔ یعنی وہ جو غیر مستقل مزاج اور فہم خود ہے۔ گھر
اپنے خدا سے مذاق کی برکت وار جو سب کو جس میں سب خدا کی ہمت کی
کے۔ ممکن ہے کہ اسے بھی ہیں۔ لیکن نہ رنگوں سے جو خاص دکھا کے
جہاں میں ہوتی ہیں۔ اسے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کو غفلتوں میں

اس کے چہرہ کی خوبصورتی۔ یہ ایک اور خوبصورت مقام ہے۔
اس آیت میں پایہ چاما ہے اپنی راہوں میں راہوں سے عقاب
تغیر فرمادے۔ جو وہ نکلتا۔ اس دراصل وہ کے لئے سوچتا رہتا ہے
دوسرے الفاظ میں اس کی راہیں راستہ جمع کرنے کے طریقے ہیں۔ جن میں
بڑی توجہ اور فکر سے لگا رہتا ہے۔

۱۲۔ سارک وہ آدمی جو آواز میں کی برداشت کرتا ہے اس واسطے کہ
اجب وہ آزمایا گیا۔ تو زندگی کا تین جس کا فائدہ اپنے محبت رکھنے والوں
سے حصہ کیا ہے پادشاہ۔

یعنی خوش یا نیکوخت ہے وہ شخص وغیرہ۔ یا کسی عقلی مسئلہ یا
دوسرے معاملہ کو چاہئے۔ جب وہ آزمایا گیا۔ لغوی معنی جب وہ آزمایا گیا
تو بہت عذاب پاتا گیا اور فحش۔ زندگی کا تاج یہاں مراد اس تلخ
سے وہ تاج ہے جو فتنہ کی جھلک میں ملتا ہے۔ کاہم عام طور پر اس
سے لظہر مدنی اور متاثر ہوا طرح کا تاج مراد ہے۔ دیکھئے زندگی کا
رہنما والا تاج گناہ کے دھبے سے دھبے کیوں کے مقابلہ میں کسی
بے بااختیار ہے۔ دیکھو آیت ۱۰۱، جس کا خدا نے یزید میں
کے خدا کے خداوند کا لفظ (Kiplos) پایہ چاما سے جس
سے مراد خداوند کچ ہے۔ دیکھو آیت ۱۰۱: ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ اور
۱۰۶۔ ۱۰۷۔ اور یہ تاج صرف بڑے بڑے مقدسوں ہی کیلئے
میں پادشاہ سب کے لئے جو اسے پہن کرے ہیں۔ یہ آیت میں خوشی

مستاز ہے۔ یعنی وہ خدا کا فرزند اور اس کی دست کا وارث گناہا ہے جس
وہ اپنے ایمان میں مضبوط رہے۔ کہہ کہ اس کی تکفیریں اس تاج کا جو اسے
شعاعا ہے بیجا نہیں۔ (دیکھو آیت ۱۲) اور پھر وہ دولت مندوں سے گنا
ہے۔ کہ تم بھی اپنی تکفیریں و آزمائشوں سے خوش ہو کیونکہ وہ تم کو بہت
اور فخر دے گا۔ پس وہ نصیحت کرتا ہے، کہ دولت مند بھی اپنے ایمان
میں خود اس کی دست چھین جانے کے خطرہ میں ہیں کہیں نہ ہو۔ مشرک
اس کا دل خدا اور دست دونوں میں منتشر ہو۔ کیونکہ اگر وہ تیار دولت
کے اس کو دیکھیں تو حق ہر کہ وہ گناہ کے پھل کی طرح گناہ جائے گا
پہ اگر وہ بشریح مسیح میں ڈال جائے گا۔ خداوند کچہ قادر رہے گا جس دوسرے دن کو
میں ہاتھ سے خوش ہونا چاہئے۔ جو گناہ کی محبت سے مدبر اور عروہ
خودمانی کے خجستہ رہا کریں۔ اور ان خلافوں کی قدر کرنا سکھائیں۔ جو
سکھاتا ہے جمع ہیں۔ درجن میں کبھی لوگوں میں نہیں آتا۔ دولت مندوں کی جہلی
اور چٹائی اس میں ہے کہ وہ تاج میں بہت اور خاک پھیلے۔ اور یہی
صفت غریبوں کے حسن و اخلاق کا خوبصورت اور چمکیلا دیوار ہے۔ مذہب
عیسوی وہی طرح کا اثر رکھتا ہے۔ وہ سرفروزی بختا ہے۔ اور عیسوی
بہت بڑھاتا ہے۔

۱۱۔ کیونکہ جب سورج نکلتا اور خوبصورتی ہے تب گیس کو نکلتا دیتی ہے
وہ گیس کا پھول جھڑ جاتا ہے۔ اور اس کے چہرہ کی خوبصورتی باقی رہتی
ہے۔ یوں ہی دولت مند بھی اپنی راہوں میں مرجع جانیگا۔

اور مسود کی حالت روئاک کرتی ہے۔ پڑ آئے ولی دنیا میں خدا سے بندوں کو غیب ہوگی۔ (تفسیر جہنم ۱: ۱۱)۔ ایک ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۔ جب کوئی شخص میں پھنسنے لگے کہ وہ خداوند کی طرف سے چننا کیونکہ خداوند ہدی سے نہ آئے۔ پھر وہ کسی کو آگاہ کرے۔

جب کوئی آزمائش میں پھنسنے لگے اس آیت ایک آزمائش کے اس پر ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۔ غیبی دیکھتے ہیں کہ وہ ایک شخص کے آیت میں اس شخص کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہی خواہش سے متعلق رکھتا ہے۔ اور وہی وہ غیر مومن کے وہاں یہ خیال عام تھا۔ جو انہوں نے سے سزا دے رہے ہیں کہ ان کا باطن خالص ہے۔ اور اس میں دیکھنے میں ہے کہ جس شخص کو اس کی فہم دہی سے پڑی ہوئے کہ اس قسم سے چاہا پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن پھر کھانا بنے۔ کہ کوئی کوئی صاحب عیال کے لئے جو اس کی فہم دہی کے مسود۔ پھر اس کی دل کی بناوٹ ہے گنہگار ہے۔ مشرب کرنے کو جس کی بے عزتی کرنا۔ اور بے گنہگار ہے چودہ ڈال اور اس سے بڑی کی راہ میں ملے کہ وہ پھر صوب کرے۔ پس ایسے ناچار خیال کو کسی نہ کئے دینا چاہئے ایسے خیال کو جس سے دور کرنا چاہئے۔

خدا ہدی سے نہ آپ آزمایا جاتا ہے۔ ان الفاظ سے یا ذی زہد ہو سکتی ہے کہ خدا سے نہ لے کے ذات ہدی سے بالکل واقف ہی ہوتا یا یہ کہ ہر ای بڑی اس بات کا موجب نہیں ہو سکتی کہ اسے خدا سے

ترغیب دے۔ کہ وہ ہمیں اور ہر انسانی کی طرف مائل کرے۔ جو بات اس کی ذات اور اسی طبیعت کے خلاف ہے۔ وہ اس کی رہائش اور ہر گز نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسے نصرت ہی میں نہیں آسکتی۔ کہ خدا کی غلط اور ہے وہ پاکیزہ نہیں ہدی کی ہر ایک کبھی گزر ہی ہوتا ہے۔ چاہے کہ وہ غور کرے۔ ہی کی طرف مائل کرے۔ اور اسے ہر شخص اس کے میں نے ہم کو چننے میں خود کے مطابق پیدا کیا کہ ہم پاک ہیں۔ وہ وہ عیب تیار ہے کہ باطن کا وہ اندازہ کھول کر ہمیں آزمائش کے بند سے آزاد کرے۔ اب اس معنوں کے معنی ان دو باتوں میں تیار کرنا ضروری ہے۔ یعنی آزمائش یعنی پرکھنا یا جانچنا اور بات سے اور آزمائش ہر دیندار کے لئے ہے۔ اور دیکھو کہ اس میں کمال جب کہ اس میں کو قربان کرنے پر حق (پیدا میں ۲۲) خدا خواستہ اور میل کو پیدا نہیں کرے۔ بلکہ جہاں وہ مسود میں وہ اس کو امتحان کی ایک سے ظاہر کر دیتا ہے۔

۱۴۔ مگر ہر ایک شخص اپنی خواہش سے ہٹا کر وہ اس میں پھنسنے امتحان میں جاتا ہے۔

جب کوئی شخص امتحان میں گرفتار ہوتا ہے۔ تو اس کا باعث اس کی خواہش ہوتی ہے۔ یعنی گنہگار کا سبب ہم ہی میں ہوتا۔ شہید و ترغیب اور دامن سے ہم کو اس وقت نصرت پہنچتا ہے۔ جب کہ ہم اس کی تحریکوں کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ یعنی اس کی بھانے والی

۱۵۔ سو خواہش جب صادر ہوتی۔ تب گناہ پیدا کرتی اور گناہ جب تمام
تک پہنچتا ہے۔ موت کو جنتا ہے۔

کیسا عجیب استدراک ان الفاظ میں قہر ہے۔ اب یہ اہمیت ایک
ناچارہ ورنہ سب میل کی غلطی اور کافیت کو ہمارے سامنے لاتی ہے
لہذا انسانی ارادہ اور لہائے او شے کے باہمی میل اور اتحاد سے خواہش
صادر ہوتی ہے۔ اور اس گناہ کو جنتی ہے۔ جس کے ارتکاب کی تفریب
آدمی کو ہی ملتی تھی۔ اور پھر گناہ غلطی کو ٹپکھ کر معنی پر سے قدوات
تک جھڑک کر موت کو جنتا ہے۔ اب ان دونوں باتوں کو پہلو بہ پہلو
کہہ کر مقابلہ کر۔ ایک طرف موت کو رکھو اور گناہ سے مغلوب ہونے
کا سبب ہے۔ اور دوسری طرف زندگی کا تاج (دیکھو آیت ۱۲) جو صبر
و تابہت قدمی سے نیک کاموں میں لگے رہنے کا اجر ہے۔ غلطی
تک۔ یعنی ہر دم سے ذرا تک ہر دم سے دے ایک۔ موت راہدی
موت بمقابلہ اہدی زندگی کے۔ دیکھو رموی ۲۱:۶ و ۲۱:۳ اور رموی
۱۱۴۔ ۶۔ جس طرح کاشی کی مثل سے بیج کے ساتھ میل رکھنے اور
گناہ کے ساتھ میل رکھنے کے پہلوؤں کا مقابلہ کیا گیا ہے، آیات
۱۲ اور ۱۵ میں گناہ کے آغاز اور ترقی کا بجا واضح اور مختصر بیان
مندرج ہے۔ اس کی ترقی کے مختلف مدارج یا منزلیں یہ ہیں۔
(۱) گناہ آلودہ شے کا خیال (۲) اس کو صفو دل پر نقش کر لینا۔
اور بار بار۔ اس کی نسبت سوچتے رہنا۔ (۳) اس شے کے چل کرنے

باتوں کو ایسا لگاتے اور ہضم کر لیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے ارادے اور
مرض میں داخل ہو کر ہماری بن جانی ہیں۔ منہزم جب انسان خود
گناہ کرنا چاہتا اور گناہ کرنے کی عادت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور گناہ
کو چار کرنے لگتا کہ اس سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتا۔ تو ایسی
حالت میں شینت یا کسی اور پر اپنی چارہ چکی کا بوجھ ڈالنا واجب نہیں
ہر ایک شخص اپنی اپنی خاص خواہشیں رکھتا ہے۔ جو اس کے خاص مزاج
سے پیدا ہوتی ہیں۔ بڑی خواہشوں کا اصل چستہ ہلانا ہی گناہ ہے
جو ہماری طبیعت میں مخلوط ہے۔ اور جو ہم نے اپنے آدم سے ورثہ
میں پایا۔ لیکن اگر۔ لغوی معنی میں کہتے ہو۔ کہ۔ پہلا قدم ہے جو
سیدے راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف رک جاتا ہے۔ اور چل
میں پھنس کر۔ یہ دوسرا قدم ہے۔ جو گناہ کی طرف اٹھایا جاتا
ہے۔ لہذا اس سے یہ کہ جس طرح پہلو کو دہرہ دم بھی لیتا ہے ہی
شرح یہ شخص بھی لہجہ لیا جاتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا
ہے۔ کہ آدمی آپ اپنے آپ کو جاں میں پھنساتا ہے۔ کیونکہ وہ خود
اس چیز کو جس کے چھوٹنے کی ہمت ہے۔ اور جو فی الواقع اس کے
لئے مضرت و مصل ہے چکھنے ہاتا ہے۔ کیونکہ اس کے نفس کو اس
سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ بڑی خواہش کو خواہ و صفات شخصیت
سے متعلق نہیں کہ ایک کسی خواہ ہے۔ جو وہ اس کو اپنے پھنسنے
میں پھنس رہی ہے۔

کی خواہش دل میں پیدا ہو۔ (۴)۔ اس خوش کو غسل میں لانا۔
 (۵)۔ حوس کرنا۔ پچھتانا اور اپنی ہرجبختی کو محسوس کرنا۔ رفتی کی آبرو
 کا حال پڑھنا چاہئے۔ (پیدا بخش ۳)
 ہورکت چاہئے۔ کہ سہار میں بیٹنی گندہ کا خیال گندہ نہیں۔ گنت
 اس وقت شروع ہوتا ہے۔ جبکہ خوش دل میں بیٹنی ہے۔ ہم
 سہار کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ گندہ بیٹانی کی خواہش کو
 دل میں گندہ دینے کا نام ہے۔ میں جس وقت گندہ کا خیال دلیں
 آئے۔ چاہئے۔ اسی وقت اس کے ٹوٹنے کا مصمم ارادہ کیا جیسے
 اسی وقت اس لوہے سے خارج کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کو ایک منٹ
 تک بھی ٹھہرنے کی جگہ نہ دے۔ توہمت خدہ کو بھی دل میں جگہ
 نہیں دینا چاہئے۔ کیونکہ دل کو دل میں رکھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے
 سانپ کو آستین میں پالنا۔ پس بننا ہی میں گندہ پر حملہ کرنا چاہئے
 اوتھ کو تارک۔ کھینے کی جگہ نہ دے وہ اپنی گردن اور پھر اپنے جسم
 کے لئے جگہ تیار کر لیگے۔ پہلی دفعہ کے جھوٹ۔ پہلی مرتبہ کی جی۔ سی
 پہلی دفعہ اولیٰ کتاب کے اوتھ میں آئے۔ پہلے جام ہونے کو تھ سے
 لگائے۔ پس مرتبہ ناچاؤز نظر دھڑانے کے وقت ہشیار اور بیہوش
 ہونا چاہئے کیونکہ بتدبیر میں دل ملازم ہوتا ہے۔ وہ تدریج گتہ سے فطرت
 ہے۔ ہر اگر اس وقت خبر شادی چاہئے تو وہی اور آفرکار شہادت
 سخت منت جائیگے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ شیطان کو اسی کے ہتھیار

مطلب دھول کا یہ ہے کہ ہستی کی آزمائش کو خدا کی طرف منسوب
 کرنے کی عقلی میں نہ پھنست چاہئے۔ بلکہ یہ جاننا چاہئے کہ خدا کی طرف

سے شکست دیں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ میں چاہئے۔ کہ ہم خدا کے ہتھیار
 (۱)۔ خدا کے سارے ہتھیار۔ نہیں۔ اور اپنے خدو کو چھپان کر
 ثابت قدمی سے اپنی جگہ پر قائم رہنا۔ خدا کرتے ہوئے ہشیار رہیں۔ تاکہ
 ہشیار میں گرفت نہ ہوں۔ ہم مخالفت کے حملہ سے کبھی محفوظ
 نہیں۔ خدا اپنی طاقت پر ہر سہار کتنا ہر سہارے سے مسلک ہے۔ ہادی
 سہار صورت میں بات میں ہے کہ ہم ہر وقت اپنی سبھیوں تختہ اوند
 پڑنا سب سے گناہ ہے۔ اس گناہ میں گناہ سے تو اس کی
 مخالفت اور وہ نیکہ کرتے چاہئے اس سے الگ کر دیں۔ اور اپنا دلیں
 سے خداوند مجھے سہارا دینا جس تیار ہوا۔ دیکھو جبریل ۱۵۱۰
 سے کسی طرح پاک کی تہوار نکال اور شیطان کا مقابلہ کر۔ وہ تیرے
 سامنے سے بھیگ نکلتے۔ اور بعض اوقات بندہ یہ کہنا چاہئے کہ سہار
 ہوا پیش سے۔ پختہ کی سب سے اچھی اور محفوظ ترکیب یہ ہے۔ کہ
 جب آزمائش نمودار ہو۔ اسی وقت سے اس سے دور بھاگ جائیں
 ۱۶۱۹۱۹۱۔ سے سہارے پیادے ہادی قریب نہ لگاؤ۔ ہر ایک اچھی
 بخشش اور سرینک کامل انجام اور ہی سے ہے۔ اور لڑوں کے
 ہائی کی طرف سے آگتا ہے۔ جس میں ہر سہار اور پھر چھپنا سب سے
 بھی نہیں۔

دل کی مفید باتیں افند ہو سکتی ہیں۔ جس طرح نظم شمس کے مرکز سورج سے روشنی آتی ہے۔ اسی طرح ہر طرح کی نیکی و نیکوئی انسانی میں پائی جاتی ہے۔ خدا سے آتی ہے۔ (۱۲) خدا کی بھلائی یا رحمت خلقت صدقوں اور منفرد دلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کی یہ بخششیں بادی و نونیوی۔ روحانی اور مادی ہر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ (۱۳) اسی رحمت تبدیل و تغیر سے جیسی ہے۔ ہم چلتے رہتے ہیں۔ ہر وہ کبھی نہیں رہتا۔ وہ تبدلات کی قید سے آزاد ہے۔ مگر بعض اوقات بال سامنے کر کے اس کی سچائی اور بھلائی کو جلدی نظروں سے چھپا دیں تو وہ دوسری بات ہے۔ وہ اس کی سچائی اور بھلائی میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔

۱۶۔ اس نے اپنے ارادہ کے مطابق ہمیں سچائی کے کلام سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کی مخلوق میں گواہ پیدا ہو سکیں۔

خدا کی اچھی بخششوں کی سب سے بڑی نصیب دہندہ کی نعمی پیدا کرتا ہے۔ (۱۷) روح (۱۱) اپنے ٹیکہ مارا سے سے یعنی اپنی مرضی سے اور اپنی رضا سے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی ذات پاک کا خاصہ ہی نیکی کرنا ہے۔ بنائی اس کی ذات میں نہیں۔ پیدا کیا۔ یہی روحانی طور پر (۱۸) مقابہ اس میں گناہ سے ہے۔ رحمت کو پیدا کرتا ہے۔ (۱۹) آیت ۵ (۱۷) جو آسمانی نور کا پاپ ہے۔ یہی بھلا پاپ بھی ہے اور جہاں نور ہے۔ وہاں زندگی کا ظہور

سے سب اچھی چیزیں آتی ہیں۔ ہر ایک اچھی نعمت تمام و کمال اُنہ سے آتی ہے۔ (دیکھو ۲۱ آیت ۱۵) بنائی نیچے سے ہے۔ وہ نونیا اور جسم اور شیطان سے ہے۔ مگر خدا ہم پر صرف وہی چیزیں نازل کرتا ہے جو اچھی ہیں۔ مثل سورج کے کہ ہمیشہ اپنی صاف اور فیض منور روشنی کو ہم پر نازل کرتا ہے۔ نوروں کا پانی۔ یعنی جو نوروں کا پاپ ہے اور اجرام فلکی کا خالق اور اس روشنی کا منبع ہے۔ جو فضل اور جلال کے عالم کو منور کرتی ہے۔ خدا نور ہے۔ وہ اس میں تاریکی کا نام و نشان نہیں۔ لہذا وہ گناہ کا تاریکی ہے جانی نہیں ہو سکتا۔ (آیت ۱۳) ہونے یعنی وہ بے تبدیل ہے۔ اس میں روشنی اور تاریکی کے دو تغیرات اور تبدلات نہیں پائے جاتے۔ جو اجرام فلکیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور پھر جانے کا سایہ نہیں۔ اس سے وہ سایہ نکلا ہے جو اجرام فلکی کی حرکت اور رفتار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً چاند گہن کہ زمین کے سایہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یا سورج گہن کہ چاند کے سایہ سے وقوع میں آتا ہے۔ پس خدا ان انسانی اجسام کی طرح تغیر و تبدیلی کا محکوم نہیں۔ بلکہ ایسے انقلابات سے باہل آزاد ہے۔ (لوک ۲۱۳) وہ کل اور آج اور ہمیشہ یکساں ہے۔ اس کے اندر کبھی زوال یا تخریب نہیں آتا۔ اس کی رحمت اور فضل کا چشمہ برابر جاری رہتا ہے۔ اگرچہ اس کی بخشش کے طور مختلف مدارج اور مراتب کے ہوتے ہیں۔ تاہم وہ سب کے ساتھ بھلا و رحمت پر مہربان ہے۔ ایسی آیت سے

اور کشادہ ہوا۔ بول اٹھنے میں دھیلا۔ یعنی بے حاکم۔ اور تکبر اور غرور کے ساتھ بولنے سے اجتناب کرے۔ دیکھو میسراباب اور باب قول انہاں واری یہودیوں کا ایک خاص عیب تھا۔ پس جو کچھ ہوتی زندگی میں خدا کی طرف سے یا لوگوں کے سوک سے وارد ہوتا ہے۔ جوہر اس کی نسبت رسے یا فستے دینے میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔ یہودی رویت کا قول ہے۔ کہ "ہم کو کان تو دے دیں۔ لیکن زبان ایک ہی جلی سے۔ کان آزاد ہیں مگر زبان دانتوں کی" اور سے بند اور پوشیدہ کی گئی ہے۔ بہت دگ، لٹے وقت ہے پوری اور جملہ کچھ کو کام میں لاتے ہیں۔ لیکن ہم کو اپنی گفتگو کی نسبت بہت ہشیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ ناجائز کلمات کا بے موقعہ زبان سے نکل جانا سراسر گنہ ہے۔ پہلے بات کو توڑ۔ اور پھر شہ سے بول۔ ہم کو اس اصول کی تعمیم کرنی چاہئے۔ دیکھو باب سوئم اور آیت دوم نیز امثال ۱۰: ۱۱۔ غصہ کرنے میں دھیلا۔ یعنی بحث سہانے کے وقت جلد گرم نہ ہونا چاہئے۔ دوسرا عیب ہے۔ جو یہودیوں میں خاص وقت۔ مثلاً سب نہیں کہ ہم غصہ یا مت و کے بعد حکوم ہو جائیں۔ بلکہ چاہئے کہ مصلحت اور حکایت کے وقت شکایت اور کنکٹ ہسٹ میں جلدی نہ کریں کیونکہ اللہ مزاحی بات کے شٹنے اور اس کا صحیح تصفیہ کرنے میں رشتہ ذاتی ہے۔ دیکھو نساں کا حال ۲۔ سلاطین ۱۵: ۴ اور لوق ۱۳: ۲۸۔ غصہ پوری سچ کو بیبا تار یک کر دیتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ ایسے موقع

پر کیا کرتا بہتر اور مفید ہوگا۔ برا مزاج خدا کے سامنے ثابت بھیج اور تنفر اٹھیز ہے۔ اور سوچ کے مزاج کے بالکل خلاف۔ ہمارا آسمانی آپ "غصہ کرنے میں دھیلا ہے۔" اور ہمارے خداوند نے "یہا نہ نہ کھولا۔ لیکن ہم بہت حد تک ۲ جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ غصہ ۲۔ یہی خصلت کی غریبی میں تنزل پیدا کرتا ہے۔ تند مزاجی اور دنیاوی غلام یک نگہ نہیں رہ سکتیں۔ خود کو قابو میں رکھنا یہی خصلت کے ۲۔ ۱۱۔ ۱ سے ایک نہایت اہمیت جزو ہے۔ (امثال ۱۶: ۲۲) اور مزاج کی عدم جاتی کا ایک بڑا بڑی نشان ہے۔ برعکس اس کے۔ مزاجی کینگی پر طاقت کرنی ہے۔ اور بہت نامرغوب عادت ہے۔ اس میں اپنی طبیعت پر قابو مزاجی کا دغمن اس طرح مٹا چاہئے کہ ہر جہت تحت قبضہ یا بیسیں پر خلیل حاکم رہے۔

آیت ۹۔ ۱۱۔ کتاب میں چار مخصوص باتوں کے متعلق الہی قوانین عام بات سندج ہیں۔ ۱۔ اکاں کے متعلق "شٹنے میں تیز ہوں۔" ایسے قابو میں ہوں۔ کہ بعض باتوں کی نسبت قہر ہوں۔ مگر اسی وقت پاکیزگی اور محبت اور سچائی کے کلام کے لئے کھلے ہوں۔

۲۔ انہاں کے متعلق پہل اٹھنے میں دھیلا۔ اسی طرح زبان بھی میں جو ۲۔ مزاج کی نسبت "تھکے کرنے میں دھیلا ہو۔" مزاج بھی حیثیت ۲۔ ۱۱۔ ۱۲۔ زندگی کی نسبت۔ "فضائل پیچیدہ کر زندگی کی قابو میں رہے۔ اس میں پھر پھر رہی۔" عقیدل اور کساری کی صفات

۲۲۰۔ جس لئے کہ میں نے آپ کو دیکھا اور چاہا گیا اور فوراً مجھوں
لی کہ میں کیسے ہوں۔

یہودی میں نفس حال آیا ہے۔ یعنی وہ آپ کو دیکھتا ہے کہ
چاہا جاتا ہے وغیرہ مطلب یہ کہ وہ اپنی صورت کو دیکھ کر حقیقت
دل سے واقف اور اپنی حسی حالت سے قائل ہو جاتا ہے۔ مگر
تفسیر یہ ہے کہ بعد اپنی توجہ اور طرف نگاہ ہے۔ وہ اپنی
نگاہی اور حسی اور خطہ کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن ہندومت کے
بعد اپنے خیالات کو دہرا دہرا کر باطن میں نگاہ کر دھرتے اپنا دھرت
نالیٹا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جو دیکھتی اور دیکھ
کارم کی نسبت کہتا ہے۔ کہو بہت دور اس کے عرض میں ہے چاہی
وہ خاموشی آجاتی ہے۔ سو وہ اپنے چہرہ کے حال و خطہ کو جو اس نے
اس آئینہ میں دیکھے تھے۔ مجھوں جانا ہے۔ لہذا اس کی نصیحت
میں اصلاح اور زندگی میں کسی طرح کی برکت نہیں پیدا ہوتی۔
یہودیوں میں ایک مثل مروج تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ جو
شریعت کو سنتا اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ اس آدمی کی مانند ہے
جو پتا اور پل جوتا ہے پر کاشا نہیں وہ لوگ جو سنتے مگر عملی ناپید
نہیں آتے وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ وہ جو بے توجہ ہوتے
۲۔ وہ صرف اس لئے گرجا میں آتے کہ من کی عادت ہے۔ ان
کے قابلِ البتہ وہاں ہوتے ہیں۔ مگر دل کسی اور جگہ ہوتا ہے۔

مسوئی بہت ہن جاتی۔ بیان بھی پہلا ہی وعظ کی طرف اشارہ پایا جاتا
ہے۔ سنی ۱۹۰۲ء آپ کو فریب دے کر۔ یعنی ایسی ایسی لٹا
اور سبہ بنیاد باتوں کو سوچ کر کہشت ہی کافی ہے۔ اور جس۔ آپ کو
فریب نہ دے۔ اکثر اشخاص اس لحاظ نفسی میں مبتلا ہیں۔ وہ خیال کرتے
ہیں کہ کلام کو سنت اور پھر اس کی نسبت یہ کہتے کہ جو باتیں پہنچنے
سکتی ہیں وہ بہت اچھی نہیں۔ دینار پہنچے کہ مسودی ہے سب سے زیادہ
بہتر لوگ ایسی قوموں کے ہوتے ہیں کہ وہ سنتے دیکھتے شوق سے
مگر کرتے کچھ بھی نہیں۔

۲۲۱۔ کیونکہ جو کوئی کلام کہ سنتے والا ہو اور اس پر عمل کرنے والا
نہیں۔ وہ اس آدمی کی مانند ہے جو اپنا آئینہ میں دیکھتا۔

جس فریب خود دیکھ کا ذکر آیت ۲۲ میں مروج ہے۔ اسکو آیت
۲۳ میں ایک برجستہ تفسیر سے واضح کر دیا ہے۔ اپنا آئینہ۔ اصل
عنائی کا مطلب ہے۔ وہ نہ جس کے ساتھ وہ پیدا ہوا ہے۔ بلکہ
ہے۔ کہ جس طرح آدمی اپنے چہرے کو آئینہ میں دیکھتا ہے۔
اسی طرح سنتے دار اپنے عنائی چہرہ کو خدا کے کلام کے آئینہ
میں دیکھتا ہے۔ جہاں انسانی طبیعت کا عکس اس کے تمام عیب
و نقائص سمیت تصور کی طرح نظر آتا ہے۔ آئینہ ہمارے اعتبار
و اعتماد کے لائق ہے۔ وہ کسی طرح ہم کو پھسلاتا اور پھرتا نہیں
بلکہ ہمارے داخل اور بیرون اور ہر صورتی کو ہم پر نظر کر دیتا ہے۔

ہمارے ہر طرح کے حالات سے پرہیز پرہیز منہ بستہ اور مطابقت رکھتی ہے۔ اور دن سب کو جو اس کی تعمیل کرتے ہیں کامل بناتی ہے اس کا خلاصہ مطلب پہاڑی و غلہ میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ آزادگی کی شریعت اس واسطے کہلاتی ہے۔ کہ شریعت کے حرف کی غلامی سے آزاد کرتی ہے۔ اور چونکہ یہ شریعت جبر اور غدی کی نہیں بلکہ محبت کی شریعت ہے۔ اس لئے وہ مسکوں کے سامنے فرخند و خدمات کا ایک نیا اعلیٰ اندازہ رکھتی جو پہاڑی شریعت سے بہت اونچا اور بلند ہے۔

پس وہ کسی ڈکے مارے فرمانروا ہی نہیں کرتے بلکہ محبت کی راہ سے اس شریعت کے قوانین و فرائض بجالاتے ہیں۔ اصول محبت کی ہدایت اور تحریک سے وہ شریعت کے عمل مذاہن کی تعبیر و تہذیب دینی بھروسہ و ضمیر کی روشنی کے مطابق کرتے ہیں۔ اور اس آئینہ کے جوئے سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور اس شریعت کی فرمانبرداری خود بخود بڑی خوشی سے کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ شریعت پرہیز کی جاتی ہے۔ اور بیکار نہیں ٹھہرتی۔ (دیکھو باب دوسرا اور آیت ۲۱۰ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱) گنگنی پانچھ کے یعنی منازہ دیکھتا رہت ہے۔ اپنی بے توجہی سے بھول نہیں جاتا۔ بلکہ اپنی صورت خدا کے کلام کے آئینہ میں ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے اور اس

(۲) اہل وہ سائنسین جن کے کان فصاحت پرانی ہوتے ہیں جو حرف کچپ پڑھتے اور فصیح کلام، غصوں کی فصاحت کا حلقہ اٹھانے جاتے ہیں۔ (۳) وہ لوگ جو خدا کی نکتہ چینی اور حرف گیری کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ (۴) پرستارین فیشن جو بہت ہانگن دکھنے آتے ہیں۔ ہاں اس کے کچھ اور فیشن کے مطابق عبادت گاہوں میں پہنا، عادت اعزاز تصور کرتے ہیں۔ (۵) وہ جو حسن اور ردت اور قوت غلبہ سے بے بہرہ ہیں۔ وہ جو کہ نشت اس پر عمل کرنے کی بات کہہ سوتی ہے۔ نہیں کہتے وہ چرٹے اور ٹپکنے والے برتنوں کی مانند ہیں۔ کیونکہ یہ شریعت پہاڑی کا پانی تھوڑی دیر میں ان سے بہہ نکلتا ہے۔

۲۔ پہاڑی آزادگی کی کامل شریعت پر گنگنی پانچھ کے اس کے غور میں بہت سے۔ وہ جن کو بھولنے والا نہیں۔ بلکہ عمل کرنے والا ہو کے اپنے عمل میں شہادت ہوگا۔

غور میں رہتا ہے۔ گہری توجہ۔ عمیق نظر اور بڑی دلچسپی اور سرگرمی سے سوچتا رہتا ہے۔ عقلی ترجمہ ہے۔ "جھک کر دیکھتا ہے" مثل اس آدمی کے جو اپنی ہل کو فرش میں گڑے ہوئے آئینہ میں دیکھتا ہے۔ رنماہ قدیم میں آئینے گھروں کے فرش میں لگے جاتے تھے۔ آزادگی کی کامل شریعت۔ رنماہ قدیم شریعت سے ہے۔ جو ہماری زندگی کے لئے دستور العمل ہے۔ یہ شریعت دل اپنی طاقت ہی میں کامل ہے۔ اور اس اعتبار سے بھی کامل ہے۔ کہ

کے احکام کی تمتہ تیار زندگی میں بطور تعمیل کرنا رہتا ہے۔ کلام کا
لفظ اور کھنسا ہی کافی نہیں۔ اس کے مطالعہ میں ہمیں گمن بہن
چاہئے (اشارہ ۱۰۰۔ ۲) عمل میں مبارک ہوگا۔ اس شرطیت
کو عمل میں لانا ہی ثبات خود برکت اور خوشی کی طاقت ہے (نہد
۱: ۱۱۹) خداوندی فی نفسہ برکتوں کا باعث اور سرچشمہ ہے۔ اور
خداوند کو پہلی خوشی در برکت کی حالت تک پہنچانی ہے۔ (نہد
۱۱۱-۱۱۲)۔ سلطین ۱۰۰۹۔ ۵۔ چھٹا ۱۱۳: ۱۱۴

۲۵ و ۲۶۔ اگر کوئی خدا سے بیچ آپ کو دینا کہے۔ در اپنی
زبان کو نگام نہ دے۔ بلکہ اپنے دل کو ضرب دے۔ تو اسکی دینداری
بائیں ہے۔ وہ دینداری جو خدا اور باپ کے آگے۔ ک اور بے بیب
ستہ۔ سو سہی ہے۔ کہ تیریوں اور بڑاؤں کی مصیبت کے وقت ان
کی خبر گیری کرنی۔ در آپ کو دینے سے بے درخ بچا رکھ۔

ن آیت میں عمل اور نہانی اقرار کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہاں
الفاظ دینداری اور دین سے ناہری رسایات مراد ہے۔ ان آیتوں
کے مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی
لفظ تم میں سے یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں دینی رسالت پر مے پر
عہد پر ادا کرتا ہوں۔ اس لئے میں تجھ دیندار ہوں تو اسے یاد رکھ
چاہئے۔ کہ جتنی عبادت۔ ریز۔ و رسم کی بجائے آہری پر مسند مضمین
ہیں لکھ دھم کے کاسوں کو انجام دینے اور عملی دینداری پر موقوف

ہے (میکا ۴: ۱۰) پس یاد رکھو کہ تیریوں اور بڑاؤں کو انکی مصیبت
اور حکمت کے عالم میں بٹا۔ اور ان کی خبر لینا۔ اور اپنے آپکو گونیا
میں بدینہ رکھنا۔ (متی ۲۳: ۲۳) وغیرہ وہ اعمال ہیں۔ جو جتنی
دینداری کے مشاں ہیں۔ رسول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذہب
کاب لباب یا مجبور ہی فرائض ہیں۔ اور ہیں۔ اس کا یہ مطلب
نہیں بلکہ وہ یہ دکھانا ہے کہ جس طرح شرعی رسومات حقیقی
مناظروں کی عبادت میں ہیں۔ اسی طرح ہم۔ ایک دیکھ اس بات کے
نکات میں۔ کہ ہم مسیح پر ایمان رکھتے ہیں۔ بھی دینداری رکھ
ہے۔ اول مہی محبت یا محبہ انسانی (ظن فطری سے) دہ شخصی
بیانی سے۔ اپنی زبان کو نگام نہ دے۔ اس اسفند سے رسول
یہ خارج کرتا ہے۔ کہ جس طرح نگام کھولنے کو چلاتا۔ مڑتا۔ اور پھیرتا
ہے۔ اسی طرح کوئی کے وقت زبان کی نہانی کرنی چاہئے۔ اور
اس پر قابو پانا اور اسکو دیکھنا چاہئے۔ احتیاط سے گفتگو کرنا۔ لغافلہ
اور لسانی سے بد چہنا بدتر ہے۔ (باب ۲: ۳۳۔ ۳۴۔ نیز زبور ۳۹ اور
زبور ۳۳: ۱۳) رسول اس گناہ کا خاکہ کہ اس دہ سے ذکر کرتا
ہے۔ کہ بیت سے لوگ جو چڑے چڑے اور خواب گناہوں سے آزاد
اور بظاہر مستحق اور پیرہن نگار نظر آتے ہیں۔ اس بد نہانی اور بد گوئی
کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس ہدی میں ذیل کی باتیں شامل
ہیں۔ (۱۰) دوسروں سے کینہ رکھنا۔ اور ان کی مچھلی کھانا دہ ہنگام

میں محبت اور جلد بازی کو کام میں لانا۔ ۲۰۔ اقول: دنیا گناہ
 غیب شب (۱۵) یادہ گوئی۔ ہے لقم زبان کلیپ اور جماعت کے
 دریاں بہت خرابیاں برپا کرتی ہے۔ جو آدمی ایسی زبان رکھتا ہے
 وہ اگر آپ اپنے کو دیکھ سکے تو سمجھے کہ وہ فربہ غرور ہے۔ اسکا
 منصب بے بنیاد اور بے حقیقت ہے۔ ہر گوئی کرنا۔ دشنام دینا۔ غراب
 اور زلی لانا۔ غیر قوس کے کام ہیں۔ لہذا ایسی بولچوں کی جماعت
 پر کمر بستہ رہنا چاہئے۔ اور ان کو کبھی سچی جماعت کے حدود کے اندر
 گھسنے نہ دینا چاہئے۔ کسی اہل بصیرت نے خوب کہا ہے: "حق آدمی
 کا دل اس کی زبان میں ہے۔ لیکن دانا آدمی کی زبان اس کے دل
 میں ہے۔" ایک یونانی میسوں کا قول ہے۔ کہ ہر زخم زبان لگاتی
 ہے۔ وہ تورا۔ کے زخم سے بھی کہہ رہی ہوتا ہے۔ کیونکہ سزا لفظ کا
 اور صرف جسم پر پڑتا ہے۔ مگر اہل الذکر کا روح پر۔ دینداری۔
 جو پاک اور بے عیب ہے۔ یعنی وہ دینداری جو باپ کی نظیر
 میں پختہ ہے۔ سر خاص اور ملوثی سے معرا اور ہر قسم کی خود
 اور بیا کی آلائش سے پاک ہوتی ہے۔ خدا اور باپ کے آگے
 لوگ مذہب کی نسبت خواہ کچھ ہی کہیں۔ لیکن اس میں کلام نہیں
 کہ خدا ظاہری رسایات اور دکھانے کی عبادت اور بندگی کی پروا نہیں
 کرتا۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ایسے رحوم اور پاک ہمیں جیسا وہ
 خود ہے۔ شیعہوں اور یہودوں۔۔۔ خبر گیری۔ یعنی انکے ساتھ جو

پے آسمان بے خلقت ہیں اور انکی دیکھیری دنیا اور نہیں کرتے صرف
 اور ہمدانی سے پیش آنا چاہئے۔ اور آپکو دنیا سے بیدار بچا رکھنا
 بنیاد رکھنا اور مناجات کے۔ دنیا سے بیدار مڑا ہے۔ دنیا میں
 ہونا مگر دنیا کا نہ ہونا۔ یعنی نہ دنیا سے متاثر ہونا اور نہ اس کے مطابق
 بننا۔ لفظ دنیا سے مراد ہے۔ دنیا کی وہ حالت جس میں وہ خدا سے
 دور اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئی ہے۔ دنیا ناپاک ہو گئی ہے۔
 اور جہم کو۔ حکم ملا ہے۔ "کسی ناپاک چیز کو سزا دینا چاہئے"۔
 ان تمام چیزوں کا جو دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ اور جن سے ہمیں بچنا
 کرنا چاہئے تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) جسم کی شہوت۔
 (۲) آنکھ کی برائی خواہش (۳) دل کا جھوٹا فخر اور حسد (۴) صرف
 نہ ہی کا فضل سچی کو دنیا داری سے جو دینداری کی سخت دشمن ہے۔ یہ
 سکتا ہے۔ ہمارے نظریں ہم دنیا میں نور کی مانند ہیں۔ پس منسوب
 نہیں کہ ہم اور گد کے اندھیرے سے مشابہت پیدا کریں۔ بلکہ چمک
 اس کے پر لازم ہے۔ کہ ہم اسے دور کریں۔ ہم دنیا کے تک ہیں۔ لہذا
 رو نہیں کہ ہم اور گد کی خرابیوں سے بگڑ جائیں۔ بلکہ ہر خلقت اس کے
 یہ چاہئے کہ ہم ان کے اثر کو مٹا دیں۔ اور اس کی مخالفت کرتے
 ہیں۔ سچے۔ اور حقیقی مذہب کا لب لباب مفصل ذیل باتوں میں پایا جاتا
 ہے۔ (۱) سچا مذہب دنیا کی تدبیروں اور دنیا کی گنگلی سے علیحدہ رہتا ہے۔ (۲)
 انسان کی پروا نہیں کرتا۔ بلکہ خدا کی خوشی اور رضا کا چرچا اور خواہ

کے جلال میں ہے۔ ویسا ہی غریب کا بھی ہے۔ لہذا غریب کی ویسی توقیر کرنی چاہئے۔ جیسی امیر کی کی جاتی ہے۔ خدائے اود الجبال کی نظر میں وہ اندڑے اور رانہیں جو ہم لوگوں کی عزت اور مرتبہ کی نسبت قائم کر رہے ہیں پست اور حنیف اور بیادہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۔ اس لئے کہ اگر کوئی سب سے کمزور اور پست طبقہ کے لوگوں کو
تنبہ دے گا تو اس سے بڑھ کر کوئی اور بھی نہیں کر سکتا۔

جناحِ عتہ میں لفظ سے گمراہ عبادت خانہ ہے۔ عبرانی مسیح نہیں
وہی تک یہودی رسومات مروج تھے۔ یہودی عبادت خانوں میں لوگ
اپنے اپنے منہ کے مطابق پیش کرتے تھے۔ اور ہر پتہ لوگ ایک
جگہ اکٹھے بیٹھتے تھے۔ رسول یہ بات دیکھ کر مسیحی عبادت میں بھی
یہ رسم و نس پائی جاتی ہے۔ لوگوں کو علامت کرتا ہے۔ ابتدا میں
مسیحی عبادت گاہیں یہودی عبادت خانوں کی نقل پر بنائی جاتی تھیں۔ اور
دوروں میں یہ چیزیں پائی جاتی تھیں۔ ایک سبز، ایک سرک اور
ایک پیٹ۔ اس سے ظاہر ہے کہ گر جا کو یہیں اور خادم الدین کو
کاہن سمجھا لکھی ہے۔ دو جو عبادت خانہ کا منظم تھا۔ کلیسیا کا
پاستر یا شپ بن گیا۔ فریل کے الفاظ و دستورات جو نظام کلیسیا
میں ایک خاص منظر رکھتے ہیں یہودی عبادت خانوں سے، لکھ دیں۔

ہوتا ہے (۲) اس کا یہی خاصہ ہے کہ دیکھیں پرتیس کا سٹے۔ اور ان کے سطر رحم سے پیش آئے۔ (۳) وہ ڈیڑھ درمی کے داغ سے پاک و صاف ہوتا ہے۔

دوسرا باب

آیات ۱-۱۳۔ رسول نے ان آیات میں آدمی کی کامیابی یا شکست
شریعت کی جس کے مطابق سچے ایمان اور عمل جوتا ہے جسے صحت بخشنے
کی ہے۔ وہ پندیرہ ایک گناہ کی مثال کے جو اس شریعت کے برخلاف ہے
اس امر کو روشن کیا ہے۔ کہ طرفہ ہی کا گناہ انتہا کے لایں نہ کیونکہ
وہ انجیل قانون کے جو یہ تقنین کرتا ہے۔ کہ ہم اپنے پڑوسی کو ایسا پسند نہ کرو۔
جیسا آپس کو۔ اور نیز اس منہ حکم کے جو صومع نے دیا۔ کہ تم ایک دوسرے
کو ایسا پسند نہ کرو جیسا میں نے تم کو کیا۔ برخلاف ہے۔

۱۔ اسے میرے بھائیو! ہمارے خداوند یسوع مسیح کا جو ذرا بچا ہوا ہے۔
ایمان ظاہر پرستی کے ساتھ مسند رکھو۔

یسوع مسیح ۔۔۔ کل لکھن - یعنی وہ جو سچی مزاج سے ظاہر ہوتا ہے۔ **فدا بکمال** - یہ خطاب اہل قرنیٰ ۱۶ء میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور فرمادے ہیں کہ سچی خواہ امیر ہوں یا غریب سب آپس میں بھائی بھائی رہیں۔ اور اپنا اپنا جلال مسیح سے پاتے ہیں۔ اور کسی خدا ہی پرست و حاکم سے یہ جلال ان کو حاصل نہیں ہوتا۔ سو جیسا اس پر کچھ مسیح

پرہیز ہی" رونق ۲۲: ۲۶ مفاد کہد اخطاس ۱۴: ۱۷ سے، "فرشتہ" (رنگ شفات ۱۱: ۱۲ و ۲۰) "چہان" یا "پاسان" (رفعی ۳: ۱۱-۱۰ اور ۱۷: ۱۶) "انظام عدالت" (سقی ۱۹: ۱۶) "خیرات" یا "پندہ" (قرنی ۲۱: ۱۷) "جماعت سے خارج کرتا" (اکس کیونی کیش) (اقرنی ۳: ۱۰) "جماعت کی ضیافت" (انوفیسٹ) جو ہر روز سینچ کر بیوہوں کا دست دے۔ "معتدہ ہذا کشتی" "محمد بعد میں عشاٹے مہابی کو چپے اس رسم کے ساتھ" (داکی جاتی تھی) "محمد کہہ دیا" اور "بجائے شیخ کے اقدار کی صحت کو سنا بد کو، نہ گئے۔ اور خد وند کا نام کہنے لگے" سوسنے کی انگوٹھی۔ امیروں کے دیہیوں بہت بہت سی انگوٹھیاں پہننے کا دستور تھا۔ براق لباس۔ تکیہ اور نرد ماس۔ جس کی ترہد کی کو چہان وند سے سات لیدہ رونق دینے سے پہلے پھیلے کپڑے۔ چٹہ پڑے۔ کپڑے۔ چٹہ پڑے۔

۱۰۔ روتہ اس سٹری پٹنگ واسے کی عزت متوجہ ہو کر اس سے کہو آپ یہاں اچھی طرح سے دیکھئے۔ در غریب سے کہو وہاں کھڑا۔ یہ یہاں گہرے پاؤں کی چوکی سے بیٹھ۔

اس کی طرف متوجہ ہو کر۔ یعنی امیر کی عزت متوجہ ہو کر کہتے چو کہ یہاں بیٹھ۔ حالانکہ نہیں چاہتے ہو۔ کہ کون ہے۔ ممکن ہے کہ وہ غیر قدر سے؟ یہاں یعنی تقریر کرنے والے یا دماغ کے پاس کہ وہ آزد اور عزت کی جگہ ہے۔ وہاں۔ اور غریب کو ایک

ناسد پر۔ کونے میں کھڑے رہنے یا ایسی جگہ بیٹھنے کی اہانت و جہتی ہے جس سے ہستی اور بے عزتی ظاہر ہوتی ہے۔

۲۔ تو کیا تم نے آپس کی طرف داری نہ کی۔ اور بدگمان حاکم نہ بنے؟

ترجمہ اس آیت کا اس طرح ہونا چاہئے کیا تم اپنی طرف داری یعنی بے نصافی سے لوگوں میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان بدگمان نعمت (لوثانی) کو جائز اختیار کرنے والے) نہیں جانتے پس لازم ہے کہ جب ہم دوسرے لوگوں کی نسبت سوچنے لگیں۔ تو ان کی دولت اور مرتبہ کا خیال ہمارے تصورات پر اپنا اثر نہ کرے۔ البتہ مشعل یعنی ان مراتب کا جو لوگوں کی جماعت نے قائم کئے ہیں پاس ہر امتیاز ایک ضروری امر ہے۔ مگر ہم یہ مناسب نہیں کہ وہ ہماری ایسی اخوت اور ہمارے باہمی رشتہ میں کسی طرح کی نہتہ افلازی کرے۔ غریبی کو نظر حسارت سے دیکھنا روا نہیں بلکہ لازم یہ ہے۔

کہ اگر کوئی شخص دیندار اور راستہ دار و سچا سچی ہو تو اسکی قدر اور توفیق کی چٹے۔ آدمی دولت اور گہروں سے آدمی نہیں ہنستا۔ اس کی ادبیت اس کی نصرت سے ہے۔ بڑے تعجب بلکہ حماقت کی بات ہے۔ کہ ہم دولت اور مرتبہ اور ظاہری مدق و برق کے پاس کی عزت کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی خوشاد اور طرف داری خدا کی نظر میں سراسر گھٹن ہے۔ دوسری دنیا میں ہم پر ظاہر ہو گا۔ کہ جو غنچے ہم نے لوگوں کی عزت و مرتبہ کی نسبت لگائے تھے۔ ان میں

ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں۔ دامن کے من مست سی قطریں رحمت
کی فتحی کی دیکھنے میں آئینگی

۱۴۔ اسے میرے بھائیو۔ اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں اور مل
نہ کرتا تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان مست بچا سکتا ہے۔

یہ سوال اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ جو یہ کہ ایمان کے دیمان
موقوف تھا۔ کہ وہ دل کی سچی تہذیب اور عملی۔ اسی کی جگہ رکھتا ہے۔
اور ایمان کے دامن سے ایمانداروں کو بچھتے تھے۔ یہ خیال کرتے
تھے کہ کچھ ایمان لائے اور قرائن کافی ہے۔ مگر رسول بتاتا ہے کہ
اگر کوئی صرف ظہر سے کہے یعنی اپنے اس کا صرف ایک قرار
کرے جیسا کہ پتھر کے وقت کیا جاتا ہے۔ تو اس سے کچھ فائدہ
نہیں۔ کیونکہ خدا کر دل سے انہیں تو کچھ حقیقت میں رکھتے
کیا ایسا ایمان اس کو بچا سکتا ہے۔ سب کا کیا جاتا ہے اس
ایمان کا جو ہر ہے۔ ساتھ میں ایمان کے پاس لانا ہے۔ الفاظ
بغیر اعمال کے مفید اور بہ فائدہ نہیں۔ وہ وہ شخص جو نجات کی امید
اس خیال پر رکھتا ہے کہ میں ایمان لائے کہ اللہ کرتا ہوں۔
وہ دھوکے میں ہے۔ یہ رنگی بھینا ہے۔ البتہ اس قسم کا مذہب
آسمان اور مہمان مذہب ہے۔ مگر حقیقت میں ٹوٹے۔ اور
پڑے انہوں کی بات یہ ہے۔ کہ اکثر مسیحیوں کا مذہب اسی کاٹش
کا ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی بھائی یا بہن نکلا ہو سکے۔ اور روزینہ کی روٹی
میں ترش ہو۔

اس آیت میں سب عمل محبت کی مثال پائی جاتی ہے۔ تاکہ اس
سے بچے عمل ایمان کا بچے فائدہ اور لا حاصل ہونا ظاہر کیا جائے۔
بعد روٹی کا ایسا نہ جس کے ساتھ عمل نہیں۔ ہونے کے بجائے
انڈا کی بنا ہے۔ بھائی یا بہن۔ اس کی بھائی یا بہن کی مدد
کرنا جو محبت میں تو اور نہ محتاج ہے۔ ہر پر فاضل ہے۔

۱۶۔ اور ہم میں سے کوئی انہیں کہے کہ سب سے جاؤ۔ گرم اور
سیر نہ ہو۔ انہیں دو چیزیں مل دو جو ان کو ضرور میں تاکید لیا
کسی کی تہذیب و تعلیمت کو دیکھ کر اپنے علم و درجہ کو صرف
معدن میں ظاہر کرنا ہے۔ مگر عملی صورت میں اس کی مدد اور ہتھیاری
نہیں۔ اس سبب وہ کہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ دل کو سخت
کرتا ہے۔ سلامت جاؤ۔ جن ان الفاظ کو مستعمل کر کے دانا
یہ بھٹاتا ہے۔ کہ بعد روٹی کے ابست نفسی نذر و نثار سے محتاج
کو حاجتیں رفع ہو چکیں۔ حالانکہ یہ الفاظ صرف ہوا کی طرح ہیں
میت کے منہ سے جب الفاظ نکلتے تھے تو ان کے ساتھ عمل
جی ہونے لگے۔ اپنے دامن اور عمل پر محبت کے الفاظ اچھے
ہوتے ہیں۔ مگر وہ محبت کے کاموں کی جگہ ہرگز نہیں لے سکتے
بعد روٹی کے غنی افراد نے کبھی کسی کو کہہ پڑ کر اسودہ نہیں کیا

سحر کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ان سے صحبت
 مانگتا ہے۔ تو وہ اسے جواب میں یہ کہتے ہیں۔ خدا تجھے یہ دے
 خدا تجھے وہ دے۔ خدا تیری مدد کرے۔ روتی مانگنے والے کو بھڑے
 سے سیر کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ تو کیا فائدہ۔ اس آیت کے آخر
 میں وہی لفظ پائے جاتے ہیں۔ جو چودھویں آیت کے شروع میں
 آتے ہیں اور مردان سے یہ ہے۔ کہ محبت کے قربانی صحیح خرچ
 سے نہ تو اسے کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ جو محتاج ہے۔ نہ اسے
 جو اس طرح کی محبت جانتا ہے۔ یہی مثال اس ایمان کی ہے جو
 صرف قربانی اقرار پر مشتمل ہے۔ وہ نہ خدا کو شکر ہے۔ اور نہ
 اقرار کرنے والے کے حق میں فائدہ رساں۔ جیسے بے حقیقت محبت
 نفرت انگیز ہے۔ وہ بھی بے حقیقت ایمان تنگ کا باعث ہے۔
 ۱۷۔ اسی طرح ایمان بھی گمراہی کے ساتھ نہ ہو تو اکیلا ہو کے
 مُردہ ہے۔

یعنی جب ایمان باطل ہوتا ہے۔ تو اس کے اندر زندگی
 ہوتی جس میں درخت کے جو پھل لانا ہے۔ مگر جب اس
 کے ساتھ اعمال نہیں ہوتے۔ تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ مُردہ
 بلکہ جڑوں تک مُردہ ہے۔

۱۸۔ لیکن شاید کوئی کہے کہ ایمان سچے میں ہے۔ اور میرے پاس
 اعمال۔ لیکن تو اپنا ایمان بغیر اپنے اعمال کے مجھ پر ظاہر کر۔

اور میں اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے مجھ پر ظاہر کروں گا۔
 لیکن شاید کوئی کہے ایمان سچے میں ہے۔ وغیرہ یعنی
 اگر کوئی ایمان کے خالی اقوال کو کہتی اور شکستے میں اُڑا دے
 گئے شک کے۔ اس دلیل کا حقیقی ۱۶ و ۱۷ آیت سے ہے۔ اور
 خلاصہ مطلب اس کا یہ کہ اگر کوئی کہے میرے پاس اعمال نہیں
 تو کیا مضائقہ۔ ایمان تو ہے۔ آیت ۱۴ تو اس کے جواب میں
 کوئی دوسرا شخص جس کے خیالات اس امر پر صحیح ہیں۔ اس کا
 یہ اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ اگر ممکن ہو تو آپ اپنا ایمان بغیر اپنے
 اعمال کے مجھ پر ظاہر کیجئے۔ لیکن آپ کسی اپنے ایمان کو جس کا
 اقرار آپ کرتے ہیں۔ بغیر اعمال کے ثابت نہیں کر سکتے۔ اور
 میں اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے مجھ پر ظاہر کروں گا۔
 حاصل بن ساری باتوں کا یہ ہے کہ ایمان بغیر کسی طرح کے
 اعمال کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ اس موقع پر یہ جتنا
 دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات کا اس طریقہ اور بنیاد
 سے کچھ تعلق نہیں۔ جس سے ہم راستہ بظہر ہے۔ کیونکہ
 یہاں مُردہ اس ثبوت سے ہے۔ جو ایمان کی موجودگی کو ثابت
 کرتا ہے۔ اگرچہ درخت پھل کے نمود سے پیشتر بھی سرور ہوتا
 ہے۔ تاہم پھل یہ ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ اس درخت میں زندگی
 ہے۔ جہاں پھل وہ گواہی ہے۔ جس کی بنیاد ہم ہم اپنی اور

اور یہ اس کے لئے راستہ بنی گئی۔ اور وہ خلیل اللہ کہلائے۔

دشتم پورا ہوا۔ یعنی پیدائش ۶۱۱۵۔ اب پلوس اسی وقت کو احتساب کر کے ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ وقت اُس وقت پورا ہوا جب ابراہیم ایمان سے راستہ چھوڑا۔ اور یعقوب کو تہ ہے۔ کہ بہت دور بعد پورا ہوا۔ یعنی اس وقت جب کہ اس نے اصفیٰ کو قربان کیا لیا اس کے نزدیک ابراہیم کو اس قربانی کے فعل نے راستہ چھوڑ دیا۔ پانچ دنوں میں بظاہر کچھ دقیق سا محترم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت اس میں کچھ اختلاف ہیں۔ پس وہ بحث اور نا اطمینانی جو اس بارے میں پیدا ہوئی ہے وہ لوگوں کی غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ (۱) چنانچہ اس کے ایمان کی اس حالت کا ذکر کرتا ہے جب کہ وہ بیچ کی صورت بننا تھی۔ اور یعقوب اس حالت کا بیان کرتا ہے۔ جب کہ اس کا ایمان بیچ سے بھٹ کر نکلا۔ اور ثلوث بنا چکے۔ اور پھل لانے کی حالت میں آگیا۔ دونوں ایمان کی از حد ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔ ابراہیم کا اصفیٰ کو قربان کرنا چھ دن۔ زمانہ وادی کا فعل تھا اسی قدر ایمان کا عمل بھی تھا۔ (۲) جن اعمال کا ذکر پلوس کرتا ہے۔ وہ شریعت کے اعمال ہیں جن پر لوگ اپنی نجات کی امید قائم کرتے ہیں۔ مگر جن اعمال کا بیان یعقوب کرتا ہے۔ وہ ایسے اعمال ہیں جو انجیل کو قبول کرنے کے بعد صادر ہوتے ہیں۔ اور بیچارے بیچ پر ایمان لانے

کے راستہ چھوڑنے کا دیدار یا بنیاد نہ تھا کیونکہ وہ تو قبل اسکے راستہ چھوڑ چکا تھا۔ یعنی اس وقت جبکہ اس نے خدا کے اس وعدہ کو جس سے یہ ظاہر ہوا۔ کہ وہ اپنی برائی قوم کا باپ کہلائے گا اور اس کی اولاد شہر میں آسمان کے ستاروں کی مانند ہوگی۔ ایمان قبول کیا۔ (پیدائش ۱۵: ۵-۹) پس اصفیٰ کو قربان کرنا فعل جو ایمان کے پالیس برس بعد واقع ہوا ایمان ہی کا ایک فعل تھا۔ جس سے وہ استنباطی جو وہ اپنے حاصل کر چکا تھا۔ ثابت ہوئی۔ اور جس سے ظاہر ہوا۔ کہ ابراہیم خلیل اللہ کہلانے کے لائق ہے۔ پس اس کے بیٹے کی قربانی اس کی وفاداری کا ایک ثبوت تھا۔

۲۲- تو کیا دیکھتا ہے کہ ایمان نے اس کے اعمال کے ساتھ کام کیا۔ اور اس سے ایمان کامل ہوا؟

ایمان نے اس کے اعمال کے ساتھ کام کیا۔ کیونکہ ایمان ہی کی تاثیر تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہوا۔ اور اعمال سے ایمان کامل ہوا۔ یعنی اپنی پہلی قد کاٹک تک پہنچا۔ اپنے کمال تک پہنچا۔ اور ابھی سے رحمت بیچ میں رہتا ہے۔ لیکن اس کی حالت اس وقت تک وجود میں نہیں آئی جب تک کہ وہ اپنے پردے قد تک نہیں پہنچتا۔

۲۳- اور وہ وقت پورا ہوا۔ جو کہتا ہے ابراہیم خدا پر ایمان لایا۔

حقت بٹھانے ہیں بہت مقدوس ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو ہندو کہلاتے ہیں۔ وہ بھی اس کی دوستی و عظمت کو جیسا چاہتے نہیں پہچانتے۔ دس کے مشفق و راضی کو جیسا چاہتے نہیں بھاگتے۔

۲۴۔ پس تم کو دیکھتے ہو۔ کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور صرف ایمان سے نہیں۔

آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور صرف ایمان سے نہیں۔ کیونکہ ایمان اعمال سے جدا ہر اسکے واجب پھل میں مُردہ ہے۔ روایت ۲۰۔ بے شک ہم ایمان سے راستباز ٹھہرتے ہیں۔ مگر اکیلے ایمان سے نہیں۔ یہ ضرور ہے۔ کہ ہم سرخ میں ایمان سے پیوند کئے جائیں۔ تاکہ ہم زندہ ہوں۔ لیکن ہماری زندگی کو ثابت کرنے کے لئے پھل کی ضرورت ہے۔ ایمان درخت کے دس کی طرح نظر نہیں آتا۔ لیکن پھل اس کی سوجھگی کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۵۔ وہی طرح ماحب بھی جو فاحشہ مہمتی۔ جب اس نے جاسوس کی صفائی کی اور انہیں دوسری راہ سے باہر کر دیا کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھہری؟

اس آیت میں ایک اور تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ایمان در عمل میں ایسی باہمی موافقت ہے۔ کہ ایک کو دوسرے سے مجاہد نہیں کر سکتے۔ ابراہیم تو ایک معزز خطاب سے متاثر تھا۔ لیکن

کے صبری اور دازی پھیل ہیں۔ (۲) پولس لفظ راستباز ہی کو ان معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ جس سے خدا گندگار انسان کو اپنے حضور راستباز ٹھہر کر نبیوں کرتا ہے۔ پر یعقوب اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ کہ انسان شان کی نظر میں ہدیہ راستبازی مقبول ہوتا ہے۔ (۳) دونوں رسولوں کا مقصد مجاہد تھا ہے۔ پولس اس ایمان کی تردید کرتا ہے۔ میں سے لوگ نجات کے لئے اپنے انہی نصوص پر تکیہ کرتے ہیں اور یعقوب اس ایمان کی تردید کرتا ہے۔ جو محض عقل ہے اور جیسی۔ جس میں شفیق و مقرر کے سو اور کچھ نہیں۔ دونوں رسول زندہ ایمان کی ضرورت کے قائل ہیں۔ دونوں کو جبر و ہر کے خط کا گیا۔ حوالہ باب ۱۸ پر مرقع کر دیتا ہے۔ اور وہ خلیل اللہ کہلا گیا۔ وہ اپنی زندگی میں کبھی اس نام سے موسوم نہیں ہوا۔ مگر جب سب نے دیکھ لیا۔ کہ وہ بے سبب اپنے ایمان کے کاموں کے خدا کا دوست ظاہر ہوتا ہے۔ تب اس کو اس خطاب سے ممتاز کیا۔ وہ خلیل اللہ تھا کیونکہ وہ خدا سے اور خدا اس سے محبت رکھتا تھا۔ آہ یہ کیسا عجیب اور بزرگ خطاب ہے۔ اس سے ہر آدمی روئے تکلفی عیاں ہوتی ہے۔ خداوند سرخ کرتا ہے۔ میں نے تم کو دوست کہا ہے (یوسف ۱۵-۱۴) بڑے شرم اور انصاف کی بات ہے۔ کہ دنیا میں وہ لوگ جو خدا کی دوستی کی قدر کرتے۔ اور اس سے

اور انکی حالت کو غفیر طور پر دریافت کرنے کے لئے تھے۔ دوسری
۱۰۰۔ سہے۔ یعنی جس مادہ سے وہ دھن بوسے س کو چھوڑ کر دوسری
۱۰۱۔ سے ان کو دواغ کیا۔

۱۰۲۔ پس جیسا کہ ہے میں مژدہ ہے۔ ویسا ہی یان بھی جہاں
۱۰۳۔ ہے۔

اس تشبیہ سے رسول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان وہ ان
س کو ان خاص حالات پر پاؤں جاتا ہے۔ وہ اس سے صرف یہ نکال
چکا ہے کہ جس زمین میں اس کی ملائکت نہیں وہ مثل
ان کے ہے۔ جس میں زندگی کی طرح نہیں۔ پس وہ اس تشبیہ
۱۰۴۔ صرف اس قریبی رشتہ کو جو زمین اور عمل کے اسان پاؤں
۱۰۵۔ ہے۔ نکال کر رہا ہے۔ نہ ہی یہ بیان کی طرح یعنی جہنم کے
۱۰۶۔ اور نعمت اعمال سے نکال ہوئی ہے (مژدہ ہے)۔ نیز دیکھو
۱۰۷۔ اس رطل کے خیالات اقرنی ۲۰۱۳: ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ اس ایک
۱۰۸۔ ہاتھ سے دو پھلوں میں۔ اور جب ایک چارل چا سکتے ہیں۔ تو
۱۰۹۔ نندہ اور سرسبز چوستے مگر جب ایک چدا ہیں۔ تو وہ دوسرے جہاں کر
۱۱۰۔ تہ پر جاتے ہیں۔ با ایک اور تشبیہ سے اس ہاتھ کو اس طرح
۱۱۱۔ کر دیکھتے ہیں۔ کہ ایمان اور عمل دو کھیتوں کے ہیں۔ جو پھر
۱۱۲۔ ان کی زندگی کے حسن۔ میں ہاتھ سے جاتے ہیں۔ اگر صرف
۱۱۳۔ ایمان کے چھو کو ملائیں تو کھیتی پکڑ کھاتے لگی اور آگے نہیں

۱۱۴۔ صاحب کو جب انکرا ہے تو فحش کا لفظ اس کے نام کے ساتھ آتا
۱۱۵۔ ہے۔ مگر وہ بھی یہ سبب اس ایمان کے جو وہ رکھتی تھی۔ خدا کی
۱۱۶۔ نعر میں پسندیدہ تھی۔ اس کے اعمال ایسے تھے جو ایمان سے
۱۱۷۔ پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اس سے اس بات کو چاہے اس کے جہنم
۱۱۸۔ نہ آتا مان لیا۔ یعنی تسلیم کیا۔ کہ اسرائیل خدا اپنی قدرت
۱۱۹۔ اور حضور کی کو اپنے بندوں کی ملک میں نکال کر رکھا۔ اور اسرائیل
۱۲۰۔ کو فحش نہ سمجھا۔ سب اس میں اس سے اس سے یہ جوہر کو
۱۲۱۔ چھپایا۔ ہر ایک اس عمل سے اس کی جان معرض خطر میں آئی
۱۲۲۔ تا جہ اس سے ان کو سامان اور ان کی مدد کی۔ لفظ عبرانی
۱۲۳۔ ۱۱: ۱۱ میں اس کو اس بچا سے رہبر داری کے بطور بیان
۱۲۴۔ اس طور کے پیش کیا گیا ہے۔ صاحب کی تاریخ بے شک اس
۱۲۵۔ بات کی ایک عجیب تفسیر ہے کہ ایک یا نام اور غیر قوم عورت
۱۲۶۔ ہی خدا کی نعر میں یہ سبب اپنے ایمان سے پسندیدہ تھی۔ جو
۱۲۷۔ احمد غفری اور عقل نہ ہو۔ راضی ایسا نہ ہو کہ اس سے برائوں کے
۱۲۸۔ احد کو صراحتاً فرما کر رہا نہ ہو۔ اور اس میں مگر صدق و صفا
۱۲۹۔ اس کے ساتھ تھا۔ اور اس کی سچائی صاحب کے عمل سے ثابت تھی۔
۱۳۰۔ یہ سبب اس سے حال کو اپنے سبب سے سنا سبب اس بچہ
۱۳۱۔ کہ بطور تفسیر میں کہتا ہے۔ صاحب کے ایمان سے اس پر ایسی
۱۳۲۔ تاثیر کی کہ اس سے سب سے چال و چمن کو بدل دیا۔ چاسوس۔

تیسرا باب

اسے میرے بھائیوں میں بہت سے استاد نہ بنیں۔ کیونکہ جانتے ہو کہ ہم اس سے زیادہ سزا دیں گے۔

یعنی استاد ہی کا عہدہ اختیار کرنے میں جلد بازی نہ ہو۔ کیونکہ بہت غصہ ہے جس پر اس عہدہ کے لائق ہیں۔ وہ جو اپنی زبان اور مزاج کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ گنتی کے لوگ ہیں۔ یہودی استاد بننا بہت پسند کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو نصاحت کے ساتھ بولتے تھے۔ اکثر بیشہ استاد ہی اختیار کریتے تھے۔ نین جیسا کہ استادوں کو چاہئے دینا اپنے ایمان کو اپنے اس سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ شروع میں کلیسیا کا یہ دستور تھا کہ سب کو دینی اپنی باری پر ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ لیکن چونکہ بہتوں کے سکھانے کی بیعت اور داد نہ تھی۔ اس لئے یہ دستور بہت جلد خراب ہو گیا۔ یہیں بھی اس واسطے میں جی خبر داری گئی چاہئے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ بجائی ہمارے کلیسیا میں بھی گھس جائے۔ زیادہ سزا۔ کیونکہ وہ جو سکھانے اور نصیحت کرنے کا منصب اختیار کرتے ہیں ان کی جواب دہی اور ذمہ داری پر نسبت اور دل کے زیادہ ہوتی ہے۔

۲۔ اس واسطے کہ ہم سب کے سب بار تقصیر کرتے ہیں۔ اگر

جڑیگی۔ اور سی عرصہ اگر اعمال کے چپ کو ہائیں تو نب بھی ہی نتیجہ برآمد ہوگا۔ لیکن اگر دونوں برابر ہلائے جائیں۔ تو ہم بتہ بتہ ایچ اور مرعہ کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں گے۔ اور آخر کار سب سے مقدور پہنچ جائیں گے۔ جس مضمون کا ذکر آیات ۲۰-۲۱ تک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ زندہ ایمان کے محسن کا بیان کہنا چاہئے۔

اول۔ تیسرا باب زندہ اور مردہ ایمان کے اور اس کی توضیح۔
دوئم۔ ایمان اور اعمال کا باہمی تعلق۔ بیضوب اور پولس کا باہمی علقہ۔

سوئم۔ زندہ ایمان کو مثالیں جن سے اس کی خاصیتیں اور نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی ابراہیم اور راحب کا احوال۔

چہام تھیو۔ (۱) بعض ایسے اشخاص ہیں جو نہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور نہ عمل (۲) بعض ایسے جو اعمال رکھتے ہیں۔ مگر ایمان نہیں رکھتے (۳) اور کئی ایسے جی ہیں جو ایمان بغیر اعمال کے رکھتے ہیں۔ (۴) اور بہت سے ایسے ہیں جن کا ایمان در عمل دونوں کمزور ہیں۔ دونوں ہیں سے ایک بھی پھر سے انداز تک نہیں پہنچتا۔

کوئی یا توں میں تقدیر نہ کرے تو وہی کامل شخص ہے۔ اور وہ اپنے سارے بدن کو تابع کر سکتا ہے۔

بار بار تفسیر کرتے ہیں۔ دیکھتے رہیں۔ سبب فروغی کے اپنے نہیں ہیں تفسیر کرنے والوں کے تہذیب میں شامل کرنا ہے۔ وہ اس کو دیکھتے ہیں اور ناکامیت کو جو سبب بتی ذریعہ انسان میں پائی جاتی ہے خوب پہچانتا ہے۔ باتوں میں تفسیر نہ کرے۔ بات چیت میں نہ کرے۔ بیٹے نہ بھنے۔ اشارہ اس شخص کی طرف ہے جو ادب کا استقامت ہوتا ہے۔ کامل آدمی جس شخص نے اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھنے کی مشق کی وہ اس فن میں سیرت کے اوپر ننگ پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنی زبان کو اپنے قبضہ اور اختیار میں نہ کر سکتا ہے۔ تہذیبی اعتناء جسم کو قابو میں لانا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اس عظیم اور مشکل فرض کو جسانی ادا کرنے کے لئے ہر مصلحت ذہن یا توں کا کاربند ہونا ضرور چاہئے۔ (۱) ہم کو خدا کا جو نامی ہر ایک بات کو سنتا ہے۔ خوف رکھنا چاہئے۔ (۲) اس شاندار شریعت کی پیروی کرنی چاہئے۔ جو یہ تعلیم کرتی ہے کہ ہم اپنے مسایلوں سے بچا رہیں۔ (۳) گزشتہ ناکامیوں کو یاد رکھنا چاہئے (۴) انسانی مزاج سے نیا وہ اخلاقیات پیدا کرنی چاہئے۔ (۵) غرور اور خود پسندی کو گشتہ کرنا چاہئے۔ (۶) اور ان احکام کو جو خدا نے

اس امر کے متعلق عطا فرمائے ہیں۔ مطاع کرنا چاہئے۔ شہداء (۱) ۱۵۱۰ و ۱۵۱۱۔ ۳۲۱۱۴۔ ۳۲۱۱۳ اور صفحہ ۳۶۱۱۲) جو باتیں زبان کی نہایت کئی گئی ہیں۔ قلم پر یہی صادق آتی ہیں۔

۳۔ دیکھو کہ ہم گھوڑوں کے گتے میں لگام دیتے ہیں۔ تاکہ وہ بارے تابع رہیں۔ اور ان کے سارے بدن کو چھوڑتے ہیں۔

اس آیت اور ذیل کی آیات میں کئی عمدہ شبیہات پائی جاتی ہیں۔ خطاب اس آیت کا ہے۔ لگام آگے۔ چاہے ایک چوٹی ہی چیز ہے۔ تاہم اس کے وسیلے سے ایک شے مزاج اور خود اور گھوڑے کو روک سکتے ہیں۔

۴۔ دیکھو چار بھی بازو دیکھ گئے بڑے بڑے ہیں اور تیز ہوا سے اڑتے جاتے۔ چوٹی چوٹی پتھر سے جڑیں لگی چاہت ہے بھراٹے جاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں زبان بھی چھوٹا سا عضو ہے۔ چار ہی ہل ہلاتی ہے۔

پتھر چار کا ایک نہایت چھوٹا سا جتہ ہوتا ہے۔ چھوٹے اور دکھائی بھی نہیں دیتا۔ تاہم بڑے بڑے چار اس کے سبب سے چار زبان کی مرضی کے تابع رہتے ہیں۔

۵۔ دیکھو غولڑی ہی آگ کیجیسے بڑے جنگل کو بھلا دیتی ہے۔

یہاں غول دیکھنا ہے۔ کہ اسی طرح زبان بھی جسم کے

آگ سے سونا ہے۔ بسا اوقات سارا جسم زبان کے چوب سے گنتہ اور جیم میں جتا کر جاتا ہے۔ (دو غلط ۵: ۱۱) خلقت کے سارے دروازہ کو۔ اس سے نہائی ۵ دور یا کل خلقت کا دہرہ فراہ ہے۔ جنت سے ان کے گناہ شیطان کے اشارہ سے قلعہ میں آئے۔ اور آنے کی حیثیت میں شیعت مخلوق مانی ہے کلام میں بیعت کو صاف صاف مود پر جھوٹا۔ یعنی اور جانوں پر آزاد نگاہ سے والا کہ ہے۔

۷۔ کیونکہ جانوروں کی سب طرح کی طبیعت لبا کاڑھتے کیا۔ کیا سمندر کے رہنے والوں کی سب کی طبیعت سے وہائی ہوتی اور یہی مسمیٰ ہے۔ زبان کو کوئی آواز نہیں بن سکتا۔

یعنی تمام حیوانات انسانی نفس کے تابع۔ مطیع بن سکتے ہیں۔ وہ جانور نے وحشی سے وحشی جانوروں اور تندہ اور کھدار جاندار کو اپنا مطیع بنایا بھی ہے۔

۸۔ کہ وہ تو ایک جلا ہے۔ جو تختی نہیں لہر تھل سے بھری ہے۔

لیکن کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو بہی اپنا ہوسا کی زبان پر قابو رکھتا ہو۔ وہ بلا ہے جو نقصی نہیں۔ وہ چہ نہیں دیتی بلکہ طرح طرح کے پھو بدستی ہے۔ وہ قابو میں نہیں آ سکتی۔ وہ طرح طرح کی صورتیں اختیار کر کے ہماری گرفت سے بکھلتی ہے۔

چھوٹے اور خورد اعضا میں سے ہے۔ مگر تمام جوتہ کی اس سے پیدا ہوتے وہ بہت بڑے اور قویہ طلب ہوتے ہیں۔ کیسی کیسی عجیب باتیں اس سے نکلتی ہیں اور کیسے کیسے جسے کام اس کے وسیع سرزد ہوتے ہیں۔ کیسے بڑے جنگل۔ یہ ایک اور شکل ہے۔ اس بات کی کہ چھوٹی سی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ کسی بڑی بڑی غلاموں پیدا کر سکتے ہیں۔ اس وہ سب سے بڑی اور قویہ غلامیاں پیدا کرنے کی موجب ہو سکتے ہیں۔

۹۔ ہاں ایک آگ ہے اور شہادت کا ایک نام زبان ہمارے گلوں میں ایسی ہے کہ سارے ہاں پر وارغ آگاتی ہے۔ اور خلقت کے ساتھ دائرے کو جلدی ہے۔ اور خود جنم سے جلدی کو جاتی ہے۔

یعنی یہ نگام زبان اس آگ کی مانند ہے جو جلتے والی چیزوں کے درمیان پڑی ہو۔ جو اگر بھائی نہ جائے تو چاروں طرف بربادی اور تباہی کا باز گرہم کر دیتی ہے۔ جس طرح ہماری چھوٹی دنیا عام کے بڑے بڑے گروں میں پڑی ہے۔ اسی طرح ہماری زبان تمام دن کے اعضا کے بیچ میں پڑی ہے۔ رسول پر انصاف کرتا ہے۔ کہ وہ دیکھنے میں چھوٹی سی ہے۔ مگر دراصل اس میں ایک دنیا۔ اس خط اور بدی کی دنیا بھری پڑی ہے۔ وہ جسم کے سر سے دھنچے میں غزلی کی آگ پھیل رہی ہے۔ وہ انسان کی طبیعت بلکہ کل خلقت پر اپنی اثر ڈالتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ کی

صرف خدا کا فضل اس سوت سے میٹھا پانی نکال سکتا ہے۔ جس سے کھاری پانی بنتا ہو۔ مثل اس گڑھی کے جو صلیب کا نشان نکلتی (جس نے اس کے زوے پانی کو میٹھا بنا دیا۔) (غزوہ جہاد) ۶۳ و ۶۴ آیت، اور یہی حال دونوں کا ہے۔ کہ ان میں سے بھی کوئی ایسا پھل نہیں لاسکتا۔ جو اس کی طبیعت کے خلاف ہو۔ پس اگر کوئی شخص بیک دفعہ اچھی طرح اور پھر بری طرح ہوئے تو اسے دیکھا جھٹکا جائے گا۔ اس کی باتیں بھروسہ کے لائق نہیں۔ وہ صرف ظاہر میں اچھی صحبت کرتے ہیں۔ دیکھا مذہب اسی قسم کے نقیض و اختلافات سے پاک ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی چشمہ کھار میٹھا پانی نہیں دیتا۔ یعنی جس منہ سے بد دُعا نکلتی ہو اس سے برکت اور دُعا کے کلمہ نہیں نکل سکتے۔ زبان کی دوستی کے لئے اس کی دوستی ضروری ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس میں بھلا ہے سو ہی منہ پر آتا ہے۔ گو ان ۹ دیکھو راہ ۳۴۔ اس کو سب دانا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ایسے ہوتے چند ہی ہیں۔ ظاہر کرے۔ یعنی اگر کوئی تم میں سے دانائی کا دم بھرے تو مناسب ہے کہ وہ صرف اس بات کا دعوئے ہی ذکر کرے بلکہ اپنے نیک چمن اور عمدہ اور مفید کاموں سے اور نیز اوروں کو فائدہ پہنچانے والے کلام سے اپنی دانائی ظاہر کرے۔ طرہ ہے کہ دانائی اور علم بھی ایمان کی سند اپنی مستحق اور سوچو گی کو انہوں سے ظاہر

ہے۔ یہ وہ آلہ ہے جس سے باقی دُعا جس کے کھٹک اٹھائے جاتے فصاحت تمیز کلمات برے اور عملی وقایع حل کئے جاتے اور مباحث کے بہت دستور ادا کئے جاتے ہیں۔ لیکن اسی آلہ سے خوشدھ جھوٹ اور ہدگوئی اور غلط بیانی اور جھگڑے اور کفر نکلتے ہیں۔ زندگی اور موت زبان کے ہاتھ میں ہے۔ درمقابلہ کرو۔ اس سے امثال ۱۱ و ۱۲ کا روح القدس جی س کا زبان کو کام ل سکتا ہے۔ اور شطون بھی اسے اپنے شرابی کا سوسن استعمال کر سکتا ہے ۱۱۔ کیا کوئی چشمہ ایک ہی شکاف سے میٹھا اور کھار پانی اچھل دیتا ہے؟

دول اس خط کے پڑھنے والوں کی طبع کی طرف غائب ہو کر اسنے انصاف طلب کرتے ہیں۔ تو یہ وہ ان سے یہ کہتا ہے۔ اے بھائیو تم خوب جانتے ہو کہ ایسی روش سخت مردا کے لائق ہے۔

۱۲ و ۱۳۔ اے میرے بھائیو کہ ممکن ہے کہ انجیر میں ریشم اور انور میں انجیر لگیں؟ سو ہی کوئی چشمہ کھار اور میٹھا پانی نہیں دیتا۔ تم میں کون شخص اور دانا ہے؟ وہ نیک چال سے دانائی کے علم کے ساتھ اپنے اہل ظاہر کرے۔

ان مثالوں کے نزدیک اور مطلب کو وہ لوگ جو رنگ فسطیہ میں رہتے تھے اب سمجھتے ہو گئے۔ جس وقت وہ میٹھا پانی کھا لے پانی کے نزدیک پایا جاتا ہے۔ مگر دونوں ایک ہی سوت سے کبھی نہیں نکلتے

۱۴۔ اس نے کہ جہاں ڈاہ اور جھگڑا ہے وہاں ہنگامہ اور ہر طرح کا بڑا کام ہوتا ہے۔

اس لئے کہ جہاں ڈاہ اور جھگڑا ہے وہاں ہنگامہ اور سو فیض کا ہنگامہ ہوتا ہے۔ حسد اور ڈاہ روتی اور نہایت تغیر انگیز کمزورتیاں۔ ان کے لئے ہم ہمیشہ زہر شکیستی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے قصوروں کی نوہ میں رہتے۔ وہ اوروں کی کڑوروں کو بڑا کر حقیقت سے کئی مل زیادہ بنا دیتے ہیں وہ ہمیشہ اوروں کے چال چلن کی نسبت شکوک اور شبہ قائم کرتے درائن کو بدنام اور خوار کرنے کے درپے رہتے ہیں وہ فساد اور جھگڑا اور دھان کی شعلہ کو اکسائے رہتے اور اس دوستانہ اتفاق اور برادرانہ اتحاد کے رشتہ کو جو روحانی زندگی اور ترقی کی جان ہے کاٹتے رہتے ہیں۔ ہشتنگانہ بندہ کو یہ نکتہ خوب سیکھنا چاہئے کیونکہ اتحاد مذہبی اور قومی ہر دو معاملات میں طاقت کا سرچشمہ ہے اور جو چیزیں اتحاد کو تباہ کرنے والی ہیں وہ برعکس اس کے کڑوری اور ناکامی کا فیض ہیں +

۱۵۔ پر وہ حکمت جو اوپر سے ہے سو پہلے پاک ہے پھر فلسفہ عالم ترغیب پذیر رحم سے اور اچھے پھلوں سے لدی ہوئی ہر طرفدار ہے نہ سکار +

کریں۔ دھائی کے حکم کے ساتھ۔ عیسیٰ کا نام ناصکر اس واسطے لیا گیا۔ کہ وہ حقیقی دھائی سے کبھی جھٹلا نہیں ہوتی۔ وہ دھائی کے بدترین پھلوں سے ہے۔ دھائی ضلح پیدا کرتی ہے۔ اور صبح دھائی کو چڑھاتی ہے۔

۱۶۔ ہر جو تم اپنے دل میں کڑی ڈاہ اور جھگڑا رکھتے ہو۔ وہ خود دھائی اور بھائی کے خلاف جھوٹ نہ پڑو

مگر تم لوگوں کے درمیان صلح نہیں سے۔ تم اپنے دھائی کے دشمن سے حسد اور کینہ رکھتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے۔ قرآنی دھائی اور صبح کی زیادتی پر غور کرو۔ کیونکہ جہاں غم ہوتا ہے جس صداقت کے ماتے قائم کر کے رہتے ہو۔ اس کے باطل پر غور کرو۔

۱۷۔ وہ حکمت نہیں برآئیں سے آتی ہے۔ بلکہ یہ دنیاوی فتنائی شیطانی ہے۔

۱۸۔ دھائی جس پر تم لوگوں کو اوپر سے نہیں آتی۔ اس قسم کی دھائی اس سے جو پاک اور قدوس اور فیض کا بانی ہے وہ کبھی ہر ذلت اور آیت ہر شے نہیں نکلتی۔ بلکہ کینہ اور انسانیت اور شیطانی ہے۔ ٹوٹیاوی۔ یعنی آسانی کے خلاف ہے۔ فتنائی یعنی دھائی میں ہر جہالت ہے شیطانی سادہ سی اور ہی نہیں پاک اور رخ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تینوں خاصیتیں آدمی کے تین جیسے جیسے ٹوٹنوں یعنی دنیا۔ جسم اور شیعت کی ہیں۔

لیکن ہنگی دانائی و پر سے ہے۔ وہ خدا کی بخشش ہے
اس آیت میں حقیقی دانائی کے ساتھ نشان پیش کئے گئے
ہیں۔ (۱) پاک یعنی وہ ساری آدمیت سے جو دنیاوی۔ نفسانی
اور شیطانی ہے آزاد ہے۔ جیسے کہ خاص سوا صاف اور
بے داغ ہے۔ (۲) کینو باب ہے (۳) اپنرس (۴) جو کچھ خدا
سے آتا ہے اس کی اس صفت یہ ہے وہ پاک ہے (۵) مٹا
ہے۔ یہ دانائی جو جسے جھگڑے بپا کرنے کے سب سے صلح رکھنے
کی سہی کرتی۔ آسانی دانائی لوگوں کو یہ ترضیب دیتی ہے کہ وہ
ہر حال میں صلح کی مبادا قائم رکھیں۔ (۶) ملائم۔ غریب نواز۔
بڑا ہر ہے دوسرے کے قصوروں کو برداشت کرتی ہے ان
سے عافیت و نرمی سے پیش آتی ہے۔ وہ سخت اور متکبر نہیں
ہوتی۔ (۷) ترقیب پذیر یعنی اوروں کی نسبت نیک خیال
و نیک گمان رکھنے کے لئے ان کو جلد جوع اور مائل کر سکتی
ہے۔ وہ حسد و فحشاء کی بین ضد سے (۸) رحم اور اچھے
پھلوں سے لدی ہے۔ وہ سر ایک بات کی طرف جو نیک
اور پر محبت ہے مبداء غلب ہو جاتی ہے۔ اس جگہ مقابلہ ہے
دہر بڑے کام سے جس کا ذکر فقہر (۹) آیت میں (۱۰) جو مٹا
نہ جرح قرار وہ کسی کی رعایت نہیں کرتی اور معاف داری میں
جہد بدلتی نہیں اور نہ ٹکرتی اور نہ لازم و تمام ملتی

ہے (۱۱) نہ سنگار۔ اس میں ریاکاری۔ جیل بازی اور غریب ہی
کے عیوب نہیں پائے جاتے۔ (۱۲) میان کا محبت کے
میان سے جو اترتی ہے پ ۱۲ میں پایا جاتا ہے مقابلہ کرنا چاہئے
۱۸۔ (۱۹) جو صلح کرتے ہیں راستبازی کے پھل صلح کے ساتھ
ہوتے ہیں +

آخر میں رسول یہ بتاتا ہے۔ کہ جو صلح کرنے والے ہیں ان
کے لئے صلح راستبازی کا بیج بونتی ہے۔ راستبازی کی فصل ان
کے لئے تیار ہوتی ہے (۱) ہوسین (۲) وہ جو صلح کل ہیں
اور صلح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہی حقیقت میں دان
ہیں۔ اور وہی راستبازی کا اہل آباد اور پائیں گے۔ وہ خدا کے
غیر نہ شمار کئے جائیں گے۔ پر وہ جو جھگڑا ہوتے ہیں لعنت کاٹیں گے
وہ جو جسم کے لئے ہوتے ہیں سونے کاٹیں گے۔ لیکن وہ
جو روت کے لئے ہوتے ہیں وہ ہیولہ کی زندگی پائیں گے سچی
دانائی فی الحقیقت گہرنا یاب ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جنکے
پاس یہ موتی موجود ہے۔ یہ آسانی بخشش ہے اللہ چاہے کہیں
اس کی تمہیل کی جاتی وہیں زمین پر آسمان شروع ہو جاتا ہے
اور کاش کہ ہم پلوں رسول کے ساتھ ہم آواز ہو کر کہہ سکیں
ہم نے خدا کی صفائی اور سچائی کے ساتھ۔ جہانی حکمت سے
انہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے گنیا میں گدماں کی گزرتی ملیں

چوتھا باب

۱۔ لڑائیاں اور جنگوں سے تم میں کہاں سے سنے؟ کیا یہاں سے نہیں بیٹے تمہاری شہوتوں سے جو تمہارے انگوں میں لڑتی ہیں۔

لڑائیاں اور جھگڑے۔ یعنی فساد اور ہنگامہ۔ لڑائیاں اور باہمی جھگڑے بغاوتیں اور غدر و رذول کی تباہی سے پہلے یہودیوں کے درمیان عام تھے۔ رسول نبیوں کو تاکہ نہ ہو کہ وہ ان باتوں میں شریک نہ ہوں۔ مقابلہ کرد اس صلح سے جس کا ذکر چہرہ باب ۳ اور آیت ۱۸ میں ہو چکا ہے شہوتوں اس فقرہ کے معنی تھے خواہش کے ہیں۔ جھگڑوں کا اس چشمہ خواہشیں ہیں۔ اور یہ بُری خواہشیں اُن شہوانی لذات کی تمت سے پیدا ہوتی ہیں جو ہمارے انگوں میں لڑائی کو ہمیشہ جاری رکھتی ہیں۔ بلکہ وہ انسانی روح و نیز روح پاک کے پروردگار بھی لڑتی۔ بہن ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہر ایک مسیحی ان کو کشتہ کرے۔ (فلسی پیل) +

۲۔ تم خواہش کرتے ہو اور نہیں پاتے۔ تم قتل کرتے ہو اور رشک کرتے ہو اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ تم جھگڑتے ہو اور لڑائی کرتے ہو پر کچھ اٹھ نہیں لگتا اس سے کہ تم نہیں مانگتے۔ تم خواہش کرتے ہو۔ جب تم کسی شے کے حاصل کرتے

کی خواہش کرتے اور وہ تم کو نہیں ملتی تو تمہارے دل باپوس ہو کر حسد اور لالچ اور دشمنی اور انتقام کی روح سے بھر جاتے ہیں اور نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے کہ ان برائیوں کے سبب سے نوبت غریب ہی تک چاہنچتی ہے۔ لڑنے ہو اور جھگڑتے ہو۔ مگر پھر بھی حصولِ دعا میں ناکام ہی رہتے ہو۔ اور ناکامی کا سبب یہ ہے کہ تم دُعا نہیں مانگتے ہو۔ مگر پھر بھی حصولِ دعا میں ناکام ہی رہتے ہو۔ اور ناکامی کا سبب یہ ہے کہ تم دُعا نہیں مانگتے ہو۔ خدا کو مانگنے والوں کو دینے کا وعدہ کرتا ہے مگر تم مانگنا ہی دُعا نہیں سمجھا جاتا +

۳۔ تم مانگتے ہو اور نہیں پاتے۔ کیونکہ تم بددعائی سے مانگتے ہو تاکہ اپنی شہوتوں میں خرچ کرو +

یعنی تم مانگتے ہو لیکن پاتے نہیں۔ کیونکہ تم درست طور پر نہیں مانگتے۔ اور اپنے معاملات میں خدا کی صلح اور مشورہ نہیں لیتے۔ تمہاری دعا میں جھوٹی ہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ ایک مٹی سے مانگی جاتی ہیں۔ اور نہ ان کی خدمت غائی اور مقصد ہی درست ہوتا ہے۔ تم کو انسان کی بددعائی اور خدا کا جلال مد نظر نہیں بلکہ تم جھگڑنے کی روح سے دُعا مانگتے ہو۔ اور اپنی خود غرضی کے لئے مانگتے ہو۔ پھر جبکہ تمہارے دل بغض و رحد اور غم سے جو خدا کی نظر میں کمرہ ہے بھرے ہوئے ہیں

خدا تمہاری کب مٹ سکتا ہے۔ اس سے پہلے یہ ہی سیکھنا چاہئے کہ اگر ہم دنیاوی کامیابی اور اقبال مندی کے لئے کوشاں کریں تو ہماری غرض اور نیت بیک ہوئی چاہیے۔ ہماری کوشاں کی نیت خدائی خدا کا جلال ہو نہ کہ اپنے نفس کی لذت +

۴۰۔ اسے زندہ کرنے والو اور زندہ کر کے دلیو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا کی دوستی خدا کی دشمنی ہے۔ میں نے کوئی دنیا کا دوست ہوا چاہتا ہے۔ وہ آپ کو خدا کا دشمن ٹھہراتا ہے +

اسے زندہ کرنے والو اور زندہ کر کے دلیو۔ اسے تم جو اپنے شادی کے بعد کو جو تم نے خدا سے ہمدرد تھا توڑ دیتے ہو۔ زندگی مثال پرانے عہد نامہ ہیں اکثر دی گئی ہے۔ لایح کو نیت پرستی اور زندہ کر ہے۔ خدا اپنے بندوں کی جو عت کا سچا ڈھونڈا یا ظوہر ہے۔ پس وہ لوگ جو خدا سے پھر جاتے ہیں وہ دنیا کو اس کی نفسانی شہوتوں اور خود غرض جھگڑوں سمیت پیار کرتے ہیں وہ زندہ کے مجرم ٹھہرتے ہیں +

پس دنیا کی دوستی کا ارادہ ایک ایسا فعل ہے جو آدمی کو خدا کا دشمن ثابت کرتا ہے (دیکھو پلے متی پلے) +

۵۰۔ یا تم گمان کرتے ہو کہ کتاب عبث کہتی ہے وہ روح جو ہم میں باقی ہے رشک کے درجے تک بھی ہم پر راغب ہے +

گو یہ عبارت کسی خاص مقام سے متنبہ نہیں تاہم نوشتہ کے نام مطلب کو بخوبی ظاہر کراتی ہے دیکھو لکھتی پلے زبور پلے مثال لکھتی پلے وغیرہ مقامات سے اسی قسم کا مطلب مترشح ہے۔ جس ترجمہ اس آیت کا دو طرح پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ کتاب عبث کہتی ہے کیا وہ روح جو ہمارے اندر باقی ہے۔ ہم پر مائل ہے۔ اس صورت میں حواد رسوں کی نالی یہ ہوتی کہ جب ہم ایک دوسرے سے حسد رکھتے ہیں تو غلابہ کرتے ہیں کہ ہم دُشمن کے دوست ہیں لیکن خدا کی روح کا یہ خاصہ نہیں بلکہ وہ ایسے نہیں ہوتی ہے۔ یا ان خراب اور بُری صفاتوں سے پرست دور ہوتے ہیں۔ یا ایک یہ ترجمہ ہو سکتا ہے وہ روح جو ہمارے اندر باقی ہے رشک کے درجے تک بھی ہم پر مائل ہے + مراد اس صورت کی یہ ہے کہ روح پاک ہماری محبت کی اس درجہ تک مشتاق ہو خواہاں ہے کہ جب ہم دنیا سے دوستی پیدا کرتے ہیں تو وہ رشک کھاتی ہے +

۶۰۔ پر وہ تو زیادہ تر فضل بخشا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ خدا مغفروں کا سامنا کرتا پر فردنیوں کو فضل بخشتا ہے +

پر وہ تو زیادہ تر فضل دیتا ہے۔ یہی وہ تو ہمیں ایسا نفس دیتا ہے۔ جو ترقی کرتا رہتا ہے۔ ہم کہ ہمیں حد سے محفوظ

رکھے وہ ہمارے دل کو زہر دہ ملغم اور رقیق بناتا تاکہ ہم کو
 بنفص اور حسد سے آزد کرے۔ (نئے ترجمہ میں بجائے وہ
 کے نوشتہ ہے) چنانچہ وہ کہتا ہے (دیکھو امثال چہ
 سامنا کرتا ہے۔ خدا مفروروں کا مقابلہ کرنا ہے۔ جیہ کہ
 وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ بیسے کوئی
 کا سلوک کرتا ہے۔ غور۔ سد کی مار ہے۔ وہ شیطانی ہے
 کیونکہ شیطان اس سے گرا۔ مفرور یعنی وہ لوگ جو اپنے
 تئیں اوروں سے اونچے سمجھتے اور خدا کے برہنہ کھڑے
 ہوتے ہیں۔ فروتنوں۔ وہ جو خاکسار ہیں جو حسد سے آزاد
 اور لاف سے بری ہیں جو فساد و مریض نہیں۔ غور اپنا
 آپ ہی دشمن ہے۔ اور مفرور ایک نہ ایک دن گرے۔ میں
 گرے گا۔ لیکن فروتنی عزت کا باعث ہے اور اسے رکنا
 ہے اس کے لئے بہت سی تکلیفوں سے بچنے کی پناہ گاہ
 ہے وہ طفل کیا کریں جو گھٹنوں کے بل چلیں۔ اگر ہم دنیا
 میں سے گذرتے وقت اپنی گردن جھکا کے رکھیں تو کوئی
 ہم کو گردن سے نہیں پکڑنے پاسے گا۔ فروتنی مالی
 اور لوگوں کی صفت ہے اور سبھی پرہیزگاروں کا اعلیٰ
 نشان ہے۔ گندم کی وہ پالیں جو اپنا سر جھکا کے رکھتی ہیں بیش
 قیمت دانوں سے پڑھتی ہیں فروتنی اس خوبصورت اور

افشادوار پھول کی طرح ہے۔ جس کی صورت سے حیا اور
 اخلاقی ٹپکتا ہے اور جو چھپا رہتا ہے۔ فروتنی علم کی طرح خاص
 نیسی خوبی ہے۔ ایکسو ہمارا خداوند کیسا فروتن تھا۔ لازم ہے
 کہ ہم بھی ویسے ہی بنیں۔ یوحنا ۱۶: ۲۲ +

۱۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔

۲۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۳۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۴۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۵۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۶۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۷۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۸۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۹۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔
 ۱۰۔ اس لئے خدا کے تابع ہو جاؤ۔ شیطان کا سامن کرو اور
 وہ تم سے بھاگ سکتا گا۔

بھاگ نکلے گا۔ جس طرح ہمارے خداوند یسوع کے سامنے سے بھاگ نکلا تھا +

۸۔ تم خدا کے نزدیک جاؤ تب وہ تمہارے نزدیک آئے گا اے گنہگارو تم اپنے اپنے دھوؤ اے دو دو اپنے دل کو پاک کرو +

بیٹے اگر توبہ کے ساتھ خداوند کے نزدیک جاؤ تو دونوں ہو کر تمہارے نزدیک آئے گا۔ تم چہ اطفال سے بڑے کامل کی خداقت کو دھوؤ لہذا تم جن کے دل خدا اور دنیا دونوں میں تقسیم ہیں زیور پہنچاؤ اور جنہوں نے مسیحی عینت کی شریعت کو لڑا ہے اپنے دل کو موصوفی بناؤ ورنہ ان کے سینے سے پاک کر دو دیکھو زیور پہنچاؤ ہیں نافذ اور دل بیٹے نفس اور خیال ہر دو قسم کے گناہوں سے آزاد ہونا چاہیے۔ ورنہ ہم خدا کے نزدیک نہیں جا سکیں گے +

۹۔ افسوس اور غم کرو اور دھوؤ تمہارا ہنسنا کڑھنے سے جل جائے اور خوشی کو اسی سے +

اپنی گنہگاری پر جو تمہارے گناہ کے سبب سے تم پر آتی ہے۔ افسوس کرو۔ ورنہ غم کے ساتھ توبہ کرو ان گناہ آلود خواہشات کو جن سے لذت اٹھاتے رہے ہو۔ چھوڑ دو اور ظاہر کرو کہ تم سچے عقیدین اور شرمسار ہو +

۱۰۔ تم خداوند کے حضور فروتنی کرو کہ وہ تم کو بڑھائے گا +

اپنے گناہوں کا اقرار کرتے اور خدا کے شانہ و اختیار کو مانتے ہوئے خدا کے حضور میں آؤ۔ وہ تم کو برکت دیگا ورنہ بے دنیوی اور روحانی ہر دو معاملات میں تم کو ہر دو مند کرے گا یعنی وہ اور فروتنی کے ساتھ خدا کے حضور میں جانے کی تاکید کرے گا تمہاری ہمت بڑھائی گئی ہے۔ کیونکہ خدا اس کے ساتھ ہے جو خدا کے نزدیک آنا چاہے۔ کیونکہ خدا شکستہ دل میں رہنے کو خوش ہے جو عظیم اور خاکسار اور بزدل اور فروتن ہیں ان کے حق میں بہت وعدے پائے جاتے ہیں۔ آسمان میں سب سے اعلیٰ رتبہ ان کو ملے گا۔ جنہوں نے اس دنیا میں اعلیٰ درجہ کی فروتنی سے زندگی بسر کی +

۱۱۔ اے بھائیو تم آپس میں ایک دوسرے کی بدگویی نہ کرو جو اپنے بھائی کی بدگویی کرتا اور اُس پر الزام لگاتا ہے۔ سو شریعت کی بدگویی کرتا اور شریعت پر عیب لگاتا ہے۔ لیکن اگر تو شریعت پر عیب لگائے تو تو شریعت پر عمل کرنے والا نہیں بلکہ اُس کا حاکم ہے +

ایک دوسرے کی بدگویی نہ کرو۔ یہ گناہ آورد عادت بھی اس مزاج سے پیدا ہوتی ہے جس سے وہ جھگڑے پیدا کرتے ہیں کا ذکر آیت اول میں آیا تھا۔ بدگویی۔ انصاف و محبت کے

ظاہر و بڑی کمینگی اور حسد کا کام ہے۔ یہ حادث و موقوف کو تکلیف میں ڈالتی اور سوسائٹی کو ضرر پہنچاتی ہے بدگوئی جب ایک مرتبہ ہوں سے چل جاتی ہے تو پھر کسی نہیں بوقت بلکہ ادھر ادھر جلد پھیل جاتی ہے مگر بچہ کا شکست پاتی ہے اور بدگوئی کرنے والے کے سر پر آگرتی ہے۔ سبھوں کو لازم ہے کہ نہ خود بدگوئی کریں اور نہ کسی اپنے کانوں سے سنیں۔ بدگوئی کو بند کرنے کا یہ طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں کو بند کریں۔ عالی اشخاص اس کی کچھ قدر نہیں کرتے وہی لوگ جو ذہیں ہیں اس پیشے کو اختیار کرتے ہیں اور وہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ ایک نگرین میں کے قصہ کے روائہ پر یہ اتفاق کندہ تھے کہ لوگ کہتے ہیں کیا کہتے ہیں؟ خیر کہتے دو۔ شریعت کی بدگوئی کرتا ہے یعنی محبت کی شاننامہ شریعت کی دیکھو بد وہ جو اوروں کو جھگڑا کی غرض سے دیکھتا ہے اور ان کے کلمات اور خیال پر جو ان کی مرضی کے مطابق نہیں فتویٰ لگاتا ہے وہ اپنی مرضی کو محبت کی اس شریعت کی جگہ پر نصب کرتا ہے۔ سیسی ہوئی حیثیت سے ہوا یہ فرض ہے کہ ہم اس شریعت کے حامل ہیں پس اس کے جب ہم اپنے بھائی پر الزام لگاتے ہیں تو ہم اس شریعت کے جو ہم کو پہنچے بھائیوں سے محبت رکھنے کا حکم کرتی

ہے۔ حال ہونے کے بجائے اس پر فتویٰ لگانے والے بجائے اس بھائی کی ایک نامی کا خیال رکھیں۔ اور اس کے قصور اور کمزوریوں کی تفسیر سے خوش نہ ہوں مگر کسی موقع پر بھائی کی تعریف نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ ہم اس موقع پر کچھ نہ بولیں +

۱۲۔ شریعت کا دینے والا ایک ہے جو بجائے اور ہلاک کرنے پر قادر ہے تو کون ہے جو دوسرے پر الزام لگاتا ہے + شریعت کا دینے والا اور حاکم ایک ہی ہے۔ وہی اکیلے فیصلہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہی اکیلے سزا دینے یا رہا کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ لیکن تو کون ہے جو اس قدر دشمنی میں ہے کہ اپنے کو خدا کی جگہ جو سب کا حاکم ہے وہ سروں کا حاکم نظر کرے۔ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم ان پر جو ہماری بیخ کنی مانوں در خیالات سے انکسار نہیں رکھتے فتویٰ لگائیں یا انہیں جھگڑا کریں کسی کو اوروں کی ضمیر پر جبر کرنے کا اختیار نہیں۔ شریعت دینے والا صرف ایک ہی ہے +

۱۳۔ اسے آؤ کم لوگ جو کہتے ہو کہ آج یا کل فلاں شہر جائیگے اور وہاں ایک برس ٹھہریں گے اور سوداگری کریں گے اور نفع پائیں گے +

اسے آؤ۔ رسول شیخی اور خود عتمادی کی بیک اور مشعل

کی طرف ان کی توجہ جلب کرتا ہے۔ سچ یا کُلی۔ تم ایسے فر
سے یہ الفاظ بولتے ہو کہ گویا سچ یا کُلی کا سفر کرنا تمہارے ہی
ہاتھ میں ہے حالانکہ کُل کا تو کُل ذکر تم دوسرے لمحہ تک بھی
دیکھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ایک برس ٹھہریں گے تم کُل
سچ ایک برس ٹھہرنے کا یقینی دعویٰ کر سکتے ہو۔ حالانکہ یہ
ناممکن ہے۔ مگر پھر تم آنے والے سالوں کی قیمت جو تیر
تجوید کرتے ہو۔ سوداگری کریں گے اور فتنہ اٹھا دیتے
تمہاری تجویزیں سب دنیاوی دروغ و غرضی کی ہیں تمہارے
وہ آئندہ کے دل بھانسنے والے خوابوں میں غرق ہیں۔ وہ تم
اپنے منصوبوں میں ایسے ڈوبے ہوئے ہو کہ خدا تمہارے
حیالات میں معلق دُش نہیں پانا۔ لیکن یاد رکھو کہ خدا
رُزق کی مشورت کے بغیر آئندہ کی تدبیریں کرنے خیالی برد
پکنا ہے +

۱۴- اور نہیں جانتے کہ کس کیا ہوگا۔ کیونکہ تمہاری زندگی کیا
ہے؟ کیونکہ وہ تو ایک بنی۔ ہے؟ غور و دیر تک نظر آتا اور
پھر غائب ہو جاتا ہے +

تم نہیں جانتے کہ کس کو کسی بات پر پناہ ہو کر تمہاری تدبیر
کے قلعہ کو گرا دیگی۔ تمہاری زندگی سیلاب پر رُخ ہے۔ تم صبح کی
ٹہر کی مانند ہو جو جلدی اٹھتی اور جلدی غائب ہو جاتی ہے

میں ایسی زندگی کو مضبوط اور محکم سمجھنا اور کُل چلنا کہ گویا اس
کا کبھی خاتمہ ہی نہیں ہوگا بڑی حاکمیت ہے۔ انسانی زندگی
ذمیت اور ابدیت کے درمیان ایک ہاتھ بھر کا فاصلہ مشکل
سے رکھتی ہے۔ یہ مثل اس پرندہ کے ہیں جو تاریکی سے
بچ کر ٹھوڑی دیر کے لئے کسی روشن گھر میں داخل ہوتا اور
پھر چند روز کے عرصہ میں اندھیرے میں غائب ہو جاتا
ہے۔۔۔ انسانی سی زندگی ہم کو اچھے فرائض کے ادا کرنے کو
دی گئی ہے۔ نہ کہ خود غرضی کے لئے۔ میں لازم ہے کہ ہم
ت چند گھنٹوں کو جو ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ خدا اور اپنے
بن نے جنس کی محبت پوری خدمت میں صرف کریں مناسب
ہے کہ ہر اپنے خداوند کے ان افعال پر غور کریں ضرور ہے
کہ جس نے مجھے بھیجا میں اس کے کاموں کو جب تک کہ
دن ہے کروں سات آتی ہے اور کوئی اُس وقت کام نہیں
کر سکتا۔ یوحنا ۳۔ اگر ہمارا خداوند اسی فتنہ داری کے پوچھ
کو جو اس کے کندھے پر تھا ایسا محسوس کرتا تھا۔ تو کس قدر
لازم ہے۔ کہ ہم اور بھی زیادہ محسوس کریں +

۱۵- اس کے برعکاس تم کو کہنا چاہیے کہ جو خداوند کی
مرضی ہو اور ہم جیسے رہیں تو یہ یا وہ کام کریں گے +
پس برعکاس اس کے تمہیں کہنا چاہیے کہ جو خداوند

کی مرضی ہووے۔ یعنی ہم کو ہمیشہ خداوند کی مرضی پر عمل کی اور بھروسہ کرنے کی ضرورت کو پہچان چاہیے۔ یہی اکثر اپنے خطوط میں اور جہی پوچھ میں کہہ کرتے ہیں کہ اگر خدا کی مرضی ہو یہ بہتر ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ ہمارے دل میں یہ خیال ہون چاہیے۔ ہم جیتے رہیں تو یہ کام کریں گے۔ ہماری زندگی ہمارے سانس ہمارے اور کام خدا کی مرضی پر موقوف ہیں اگر ہم اس کو یاد رکھیں تو ہمارے دل افکار اور ترددات سے خالی رہیں گے ہم اپنی تدبیروں کو بڑی احتیاط سے انجام دیں گے۔ اگر ہماری امید بر آئی تو تب ہم خداوند کا شکریہ ادا کریں گے اور اگر نہ بر آئی تو تب بھی صبر اور صفتیں رہیں گے۔

۱۶۱۔ پر اب تم اپنی لافریبوں پر فخر کرنے ہو ایسا سب فخر بڑا ہے +

پھر اگر تم اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے پتہ کرنے کے بجائے ان خیال منصوبوں اور اپنی ذات نہیں پر جو تم اپنے کی نسبت مٹاتے ہو فخر کرتے رہو۔ تو یاد رکھو کہ اس قسم کا تمام فخر مبسوط ہے۔ کیونکہ وہ خدا پر جو ہر روز ہماری احتیاج منہ کرتا ہے۔ کامل بھروسہ رکھنے کا عہد ہے۔ چاہیے کہ ہم چھوٹے بچوں کی طرح خود بینی اور سادے بھروسے کے ساتھ

روز مرہ ضروریات اور رفع حاجات کے لئے اپنے آسمانی باپ پر تمکین کریں کہ ہمارے روز کی روٹی سچ بتیں دے +
۱۶۲۔ پس جو کوئی بید کر جانتا ہے اور نہیں کرتا اس پر گناہ ہوتا ہے +

رسوں اس اصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو چاہے۔
میں پایا جاتا ہے۔ علم بغیر عمل کے ایک گناہ ہے۔ تم صداقت کا علم رکھنے کی نسبت فخر کرتے ہو۔ پر تم اس کو عمل میں نہیں لاتے۔ یاد رکھو وہ علم جو بڑاؤ میں نہیں آتا۔ وہ اس کھانے کی طرح ہے جو ہضم نہیں ہوا۔ کوئی اور شے روح کو اتنا نقصان نہیں پہنچتی جتنی وہ علم جو عمل میں نہیں آتا۔ ایسی حالت میں ضمیر سخت ہو جاتی اور آخر کار بالکل ٹھن ہو جاتی ہے۔ دیکھو روحنا۔

پانچواں باب

۱۔ ارے تو سے دوستندو۔ ان آفتوں کے سبب سے جو تم پر آئے والی ہیں چلا چلا کے روؤ +

اسے آؤ۔ رسول ان ہدایت کی طرف جو وہ دیتا ہے بڑی توجہ طلب کرتا ہے۔ قرآن کی آیات میں یہودی دوستندوں کو

سخت دھکی بسبب ان کے ظلم کے دی گئی ہے۔ اور نیز ان سیکوں کو جو ظلم میں گرفتار تھے۔ برداشت کرنے کی نصیحت کی گئی ہے تاکہ وہ دولتمندوں کے ستم کی برداشت کریں۔ کیونکہ غلامانہ جہد منتقام لے گا۔ (دیکھو آیت ۷) +

اسے دولت مندوں سے تم جو دولت کو خود غرضی سے اپنی عیش و آسائش کے لئے جمع کرتے ہو۔ لوقا ۱۶: ۱۱ آنتوں سے جو تم پر آنے والی ہیں جو جلد اور چٹانک آجاتی ہیں ان سے اشارہ قول یروسلیم کی مہادی کی حرفت اور پھر خداوند مسیح کی دوسری آمد پر (آیت ۱۷) دولتمند کھتے ہیں کھاؤ پیو۔ اور خوش رہو لیکن خدا ان سے کہتا ہے۔ روؤ اور چٹاؤ۔

۱۲۔ کیونکہ تمہارے دل سڑک رہے ہیں اور تمہارے کپڑے کھانے لگے۔ تمہاری جمع کی ہوئی دولت کسی کے کام نہیں آتی۔ بلکہ تمہارے کام بھی نہیں آتی وہ تباہ ہو جاتی ہے اور تمہارے ہمین کپڑے جو صندوق میں بند ہیں۔ انہیں کپڑا کھا جاتا ہے (دیکھو متی ۶: ۱۹)

۱۳۔ تمہارے سونے اور روپے کو مورچہ لگا اور ان کا رنگ تم پر گویا دے گا اور آگ کی طرح تمہارے گوشت کھائے گا کیونکہ تم نے آخری دنوں کے لئے خزانہ جمع کیا +

تمہارے سونے اور روپے کو مورچہ لگا اور حساب کے

دن یہ مورچہ تم پر گواہی دے گا۔ کیونکہ تم نے حرص و طمع سے اس کو بیکار پڑا رہنے دیا۔ ناں جس مورچہ نے ایک دانے میں تمہاری دولت کو کھایا۔ وہی ندامت اور شرم کی صورت میں تمہاری ضمیروں کو کھائے گا تم دوزخ میں اس دولت کو جسے تم نے نامناسب طور پر جمع کیا۔ اور نامناسب طور پر استعمال کیا یا کرتے کرتے جہنم بے جاؤ گے +

آگ کی طرح۔ ایسی آہستگی سے نہیں جس طرح مورچہ کھاتا ہے بلکہ آگ کی تیزی اور تندہی سے آخری دنوں میں جمع ترجمہ ہے تم نے آخری دنوں کے لئے اپنا خزانہ جمع کیا ہے۔ چنانچہ کہ تمہارے حساب کا روز اور تباہی کا دن نزدیک آگیا ہے۔ بھانے نجات کو تلاش کرنے کے تم دولت جمع کرنے میں لگے ہو۔ جس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تم نہیں جانتے کہ خود نزدیک دولتمند کی تکذیب پڑھو (لوقا ۱۶: ۱۳) وہ خزانے جو زمین پر جمع کئے جاتے ہیں وہ دیر پا نہیں بلکہ خطرات کا چلچلہ ہوتے ہیں۔ (۱) وہ مورچہ اور پھپھوندی سے خراب کئے جاتے ہیں (۲) وہ دل میں مورچہ اور پھپھوندی کو لگا دیتے ہیں (۳) وہ ہماری روحانی طبیعت کو آلودہ نہیں کر سکتے۔ (۴) وہ اپنے ساتھ فکر اور تردد اور تکلیف کو لاتے ہیں۔ کیونکہ ان سے بڑا بوجھ اور قہر واری آدمی پر آجاتی ہے +

پائے تو وہ اُسے وہاں جان بھیجے گا۔ کیا فائدہ اگر آدمی ساری دنیا حاصل کرے پر اپنی جان کھوئے۔ یہہ بھیج ہے کہ دنیا بہ نسبت بیع کرنے کے زیادہ مفید ہے۔ دولت انسان کو امیر نہیں بناتی۔ آدمی کی میری س کے دل سے ہے۔ اس کی میری اور غریبی میں پر منحصر نہیں کہ وہ کیا شکر ہے پر اس پر کہ وہ کیا ہے نہ گنہگار۔ پردوں کا حال مقدم بات ہے +

ہم۔ درجہ ان مزدوروں کی مزدوری حضور نے تمہارے کمیت کاٹنے جو ضرر سے دی نہ گئی تمہارے یہاں سے چلاتی ہے ورنہ ان کے لئے و لوں کا مال لشکروں کے خزانے کے کان تک پہنچ گیا۔

دیکھو اب بھی تمہارا بڑا گنہ انصاف کے لئے چلاتا ہے بیٹہ ان مزدوروں کی مزدوری کو نہ کرتا جنہوں نے تمہارے کمیت کاٹے، ورنہ تمہاری دولت کو بڑھایا۔ (استثن ۳۳/۱۷) چھاتی ہے جو گنہ خدا کی نظر میں نہایت بیع ہیں انکی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ خدا کے سامنے چلاتے ہیں +

لشکروں کے خداوند کے کان تک پہنچ گیا۔ مے سفور اور زبردست ظالموں گرچہ تم نے تو اپنا کان بند کر لیا ہے کہ غریبوں کی آواز نہ سنو۔ مگر خدا کا کان کھلا ہے۔ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ غریبوں کا کوئی مددگار نہیں۔ لیکن یاد رکھو لشکروں کا خدا ان کے عوض میں تم سے انتقام لے گا +

(۵۱) یہ خزانے وہ رستے ہیں۔ جس سے شیطاں ہزاروں کو بربادی تک پہنچاتا ہے۔ دولت عمدہ باندی مگر خراب ملک ہے۔ طبع ایک خراب جذبہ ہے جو اس کو سخت کر دیتا اور ہمدردی کے خیرات تباہ کر دیتا ہے۔ اگرچہ دولت کے جمع کرنے میں یہ سب نقصانات پائے جاتے ہیں تو بھی دوست کی خواہش اور جھوک ہمارے زمانے کا ایک دم گناہ ہے۔ ایک آدمی کی نسبت بیان کرنے ہیں کہ وہ چہرہ پر سے جو تباہ ہونے پر تھ۔ کو دھڑا تاکہ اپنی جان بچاے۔ مگر وہ اس سونے کے بوجھ سے جو اس کی کمر سے بندھا تھا۔ ورجس کو وہ پھینکنا نہیں چاہتا تھا۔ ڈوب گیا اسی طرح ہزاروں بہ سبب اپنی دولت سے چٹے رہنے کے دوزخ کی طرف گھٹے جاتے ہیں۔ اور وہ خواہ برباد ہی ہو جائیں تو بھی اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہم سورج کی روشنی کو اپنی آنکھ کے سامنے ایک پیسہ رکھ کر بند کر سکتے ہیں۔ ہزاروں خدا کے علم اور محبت کو اپنے دلوں سے بہ سبب نفوذی سی دولت کے دور رکھتے ہیں پلوں رسول ہم کو اس ناپاک دوست کی محبت سے آگاہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کسی دوستی ساری دنیاؤں کی بڑا ہے۔ تمناؤں سے بڑا اور اگرچہ پچا جاتے تو شاید ہی کوئی دوستانہ خوش ہوتا ہے۔ جھوک آدمی دولت سے اسودہ نہیں ہوتا۔ فاقوں کا مارا اگر جنگل میں موتیوں کا جلا

۵۔ تم نے زمین پر عیش و عشرت کی اور سارے مرنے والے
 آئے۔ تم نے اپنے دوس کو جیسے ذبح کے دن کی خاطر موٹا کیا۔
 تم شہوت پرستی اور عیش و عشرت اور فضول خرچی
 کی زندگی بسر کرتے ہو۔ تم نے سخاوت اور انصاف کی کچھ پرواہ
 نہیں کی۔ بلکہ اپنی ہی عیش میں ڈوبے رہے۔ حالانکہ غریب مسکین
 پاس دکھ میں تڑپتے تھے۔ تم نے اپنے دلوں کو موٹا کیا یعنی تم
 نے اپنے جسموں کو اپنے دل کی خواہش کے مطابق سیر کیا
 ہے۔ ذبح کے دن کے لئے نم ہونے اپنے تئیں ایسا موٹا
 بنایا ہے۔ جیسے جانور ذبح کے دن کے لئے تیار کئے جاتے
 ہیں اور تم اب تک نہیں سمجھتے ہو کہ تمہیں ذبح کرنے کا دن
 نزدیک آتا جاتا ہے (دیکھو آیت ۳)۔

۶۔ تم نے راستباز پر فتویٰ دیا اور اسے قتل کیا وہ تم سے
 مقابلہ نہیں کرتا۔

تم نے راستباز پر فتویٰ دیا اور اسے قتل کیا
 اس آیت میں اشارہ خاص کر مسیح پر سزا کا حکم لگانے اور
 اس کو مار ڈالنے کی طرف ہے۔ (اعمال ۷: ۵۵ و ۷: ۵۶) مگر
 مدودہ بریں اور سب مذکور بھی اس میں شامل ہیں جن کا اثر
 دولت مند اور زور آور ستمیہ دلوں کے ہاتھ سے پہنچا گیا۔ نیز
 اس میں یعقوب کی شہادت کی بھی پیشین گوئی ہے جو راستباز

۷۔ پس اسے بوجہ خداوند کے آسمان تک صبر کرو دیکھو کہ
 زمین کے قیمتی پھل کا انتہار کرتا اور اس کے لئے صبر کرتا
 ہے جب تک پہنچے اور کچھ مہینہ کو نہ پائے +

اب رسول ہمت بخش کلام سے ان سیموں کی طرف
 غامض ہوتا ہے جو حقیر سمجھے جاتے تھے جو ایذاؤں میں

گرفتار اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ پس اُسے بھائیو خداوند کے آئے تک صبر کرو۔ چونکہ انصاف کا دن نزدیک ہے اس لئے اپنے خداوند کی طرف جو متنبذ نہیں کرتا تھا۔ اور جب سستایا جاتا تھا تو پناہ نہ نہیں کھوت تھا۔ تم بھی اسی طرح اپنی آزمائشوں میں تحمل و برداشت کے ساتھ ثابت قدم رہو۔ ایک چھوٹی مڑکی کی نسبت روایت ہے کہ لوگ اسی کی دیدار و زندگی کے باعث اس کو بہت سے تھے مگر وہ بہت مردانہ سے بڑے صبر اور برداشت سے تھیں۔ یہی لیکن آخر کار اپنے دکھوں کی بادی مر گئی۔ جب اُس کے کپڑے اکابر کے لئے تو ایک کاغذ کا ٹکڑا جو اس کی گردن سے لٹک کر چھاتی پر لگا ہوا تھا۔ لوگوں کی نظر پڑا اس کے اوپر یہ الفاظ لکھے تھے "میں نے اپنا منہ نہ کھولا" خداوند کے آئے تک کیونکہ اس کے آئے پر تمہاری آزمائش ختم ہو جائے گی اور تمہاری برداشت جو پائے گی۔ مسیحی کا حقیقی زندگی یہ ہے کہ وہ صبر سے خداوند کے آئے کی انتظار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب وہ آئے گا تو اپنے دق دار بندوں کو اجر دے گا یہ الفاظ اُن کے درج زبان ہیں "اس کے آئے تک" اُس کے آئے تک انہیں ایمان کی اچھی لڑائی مڑتے رہنا ہے۔ (مطالعہ ۱۰۲) اس کے آئے تک ہمیں اپنی مصیبت کو بہتے رہنا

۸۔ سو تم بھی صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے +

سو تم بھی صبر کرو اور مضبوط رہو۔ بہت باندھو۔ دل کو مضبوط کرو اگر تم وفادار ہو تو تم جلدی اجر پاؤ گے (مطالعہ ۱۰۲) صبر میں زور ہے اور حکمت بھی ہے مسیحی کلام کے یونیورسے گر لکس جلد پیدا نہ ہو وہ شکستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسان سے صبر کا سبق سیکھنا چاہیے اگر ہماری بھلائی کی کوششیں

ہماری محنت کے لحاظ ہر اُلفت کے کام اور لوگوں کو مسخ کے پاس لانے کا جوش پھل نہ لائیں تو ہم جہ جہت ۶ دیتے ہیں۔ لیکن ہم کو دُعا کی دنیا میں فصل کی جلد توقع نہ رکھنی چاہیے۔ روحانی کام بہت دیر میں ختام پاتے ہیں انسانی دورے کے مطابق یہ کتنا بڑا نہ ہوگا۔ کہ خدا بھی بہت دیر تک نظر رکھتا ہے خدا کی خدمت میں جہت ہوا خدا سے بے وفائی کرنا اور یہ قبول کرنا ہے کہ ہم کد کوں ہے۔ صبر کہتے ہیں خداوند ”جب تیری مرضی ہو“ جو تیری مرضی ہو ”جس طرح تیری مرضی ہو“ اگر ضرورت پڑے تو ہمیں بغیر پھل کی امید کے بھی کام کرنا چاہیے ہم کو بولتے رہنا چاہیے خواہ کوئی ہماری بات نہ سمجھے ہم کو جہت کرنے رہنا چاہیے۔ خود اس کے جواب میں کوئی ہم سے جہت کرے یا نہ کرے۔ ہمیں بیج کو پانی کے دہر چھینک دینا چاہیے۔ بریں امید کہ کچھ دن کے بعد عمدہ فصل کی صورت میں واپس آئے گا۔ ہم کو بار بار بیج بونا پڑے۔ پھر اگر اس دفعہ کا بونہ بھی کچھ پھل نہ لائے تو مایوس نہ ہونا چاہیے ممکن ہے کہ چالیسویں یا پچیسویں جہت فصل پیدا ہو۔ خداوند کا آنا نزدیک ہے۔ خداوند کا آنا ہمیشہ نزدیک ہے۔ اور ہم کو اس کی ستوا تر منتظاری میں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور کوئی

۹۔ اسے بھائیو ایک دوسرے پر نہ کڑ کڑاؤ۔ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جائے دیکھو انصاف کرنے والا دروازے پر کھڑا ہے +

۱۰۔ کڑ کڑاؤ بے صبر ہو اور ایک دوسرے کی نسبت سخت رائیں جاری نہ کرو۔ پہلے رسول نے شیروں کی بدلوں کی ہٹنے کا حکم دیا تھا۔ اب تاکید کرتا ہے کہ اپنے بھائیوں کی بھی برداشت کرو۔ جیسی اکثر بدکار خالوں کے ظلم کو سہہ جیتے ہیں مگر ان تکلیفوں کو ہمیں سہتے جو اپنے بھائیوں کی طرف سے آتی ہیں گو وہ نسبت بہت بگنی ہوتی ہیں تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جائے۔ دیکھو مٹی پے انصاف کرنے والا دروازے پر کھڑا ہے۔ مٹی پٹیلے یعنی خداوند نزدیک ہے اس سے دل اشارہ پر دست کی برادری کی طرف ہے دوئم صبح کی دوسری آمد کی طرف جبکہ وہ سب کا انصاف کرنے کو آئے گا +

۱۱۔ اسے میرے بھائیو جو بھی خداوند کا نام لینے فرماتے تھے انکے دکھ اٹھانے اور صبر کرنے کو نمونہ سمجھو +

اپنی آنکھوں کے سامنے نبیوں کو برداشت اور صبر کے

نوعے کے لئے رکھو وہ خدا کے پیغمبر تھے۔ مگر پھر بھی سخت زمین
آذربائیجان اور شدید ترین ایذاؤں میں مبتلا ہوئے۔ صبر کی
ایک بھٹی در فانی کا ان کے فونے سے سبق لیکنا چاہیے۔

۱۱- دیکھو ہم ان کو جو صبر کرتے ہیں نیک بخت سمجھتے ہیں ہم
نے ایوب کے صبر کا عار سنت ہے وہ خدا کی طرف جو
انجمن ہوئے جانتے ہو کہ وہ بڑا درد مند اور جہاد ہے۔

ہم انہیں جنہوں نے مردگی اور صبر سے اپنی آزمائشیں
سببیں نیک بخت کہتے ہیں ہم ان کو دنیا سے دو تعلقوں
کی نسبت جو عیش و عشرت میں رہتے ہیں زیادہ خوش نصیب
اور بختا در سمجھتے ہیں۔ ایوب۔ ایوب اس واسطے پیش کیا
گیا کہ وہ صبر کی حد، نظیر اور مضامین پر شکر رہنے کی
مشہور مثال ہے۔ اس نے بہت تکلیف، مٹائی لیکن خدا نے
سحر کار اس کو بہت ہی عمدہ جزا بخش کیونکہ خدا رحم سے بڑا
ہے وہ ہم سے ہماری نا اقیبوں کے مطابق سلوک نہیں کرتا
نہ ہم کو ہماری بڑا احتیاج سے باہر آتا۔ اور یہ بھی اسکی عین
رحمت ہے کہ وہ بھی ہماری آزمائشوں کا انجام بخیر کرتا ہے اور
ہماری وفاداری کا خواہ وہ کیسی ہی خبیثت اور نقص کیوں نہ
ہو۔ اجر دیتا ہے۔ وہ ہماری منتوں اور رادوں کو شمار کرتا اور
ہماری ناکامیوں اور کمزوریوں کو حساب میں نہیں لاتا +

۱۲- پس سب سے پہلے اسے میرے بھائیو قسم مت کھاؤ نہ
سہن کی نہ زمین کی نہ کوئی اور قسم۔ بلکہ نہ۔ اباں اباں اور
تمہارا نہیں نہیں ہو کہ تم سزا کے لائق نہ ٹھہرو +

چونکہ قسم کھانا عیسوی برداشت اور عیسوی راست گوئی کے
خلاف ہے اس لئے کسی طرح کی قسم نہ کھاؤ خواہ بدکار ظالم
بزر تر غیبتیں ہیں تمہارا اباں اباں ہو۔ یعنی اپنی بات کے
تکذیب اثبات کو سادہ طور پر قائم کرو۔ عیسوی ہو کر کلمہ ربی
راست گوئی مسلم اور عرب الشل ہونی چاہیئے دیکھو نئی قسم
قسم کھانے کی بڑی یہودیوں میں اس درجے تک مروج تھی
کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور خبیثت معاملات میں بھی قسمیں
کھایا کرتے تھے۔ ہندوستان میں بھی یہ بڑی بہت چھیں رہی
ہے۔

سزا کے لائق نہ ٹھہرو۔ یعنی اس انصاف کرنے والے
کے ہاتھ سے جو دروازے پر کھڑا ہے (آیت ۵) سزا نہ پاؤ
لازم ہے کہ ہماری زبان ہمارے دل کا ایک سچا اور سادہ منہ
ہو۔ سخت کلامی اور مبالغے سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ تو ہم میں
صدق قلی ہے کہ ہم اپنے مطلب کو سیدھے سادے طور پر بیان
کریں اور نہ یہ وصفت ہے کہ اوروں کی سچائی و راستگوئی
پر بھروسہ کریں +

۱۳- اگر کوئی تم میں غلبین ہو وہ دُعا مانگے اور اگر کوئی خوشحال ہو تو ستائش کے گیت گائے +

غلبین وہ جو تکلیف دہ کسی اور سبب سے دس سکتے ہو یا دُعا مانگے وہ کوڑا مارے نہیں اور نہ بے صبر ہو بلکہ خدا کے سامنے جو حق کا سرشہ ہے چلائے فوش حال ہو۔ اگر کسی کا دل نکالین کے ہر سے ہلکا ہو تو وہ ستائش کے گیت گائے اپنی بوند خدا کی رحمت میں جو راحت کا منبع ہے بلند کرے +

۱۴- اگر کوئی تم میں بیمار پڑے تو کیلیے کے بزرگوں کو پاس بلائے اور وہ خداوند کے نام سے اس پر تیل ڈھالے اس کے سنے دی مانگیں +

بزرگوں کو پاس بلائے۔ ان سے وہ شر کا دُعا مراد ہیں جو کلیسیا کے قائم مقام ہوتے ہیں جسے رومن کیتھولک مسٹریم لکشن کہتے ہیں اور جس کے مطابق قریب لاکھ بیماریوں کے سر پر تیل ڈال کر مسح کرتے ہیں پس خیال کہ اس حرکت سے اسکی روح جو قلاب سے جدا ہونے پر بے غناہ پائے نہ ہو۔ لیکن صداقت یہ ہے کہ جس مسح کا ذکر یعقوب رسول کرتا ہے اس کا اثر و برائی صحت کی طرف ہے رسول یہاں اس شان بخش قدرت کا ذکر کرتا ہے جو ان معجزانہ بخششوں میں سے حق پر قدم کیلیا کو بخشی مٹی تھی۔ چونکہ یہودیوں کے درمیان تیس ایک خدا تھا جس نے

بلکہ آپنی فضل کا نشان بھجا جاتا ہے لہذا وہ معجزانہ بخششوں میں مستعمل کئے جانے کا ایک عمدہ نشان تھا یہ قدرت اور معجزانہ کرامت کی طرح اب نہیں ملتے۔ اس قسم کے نشانات ایک خاص غرض کے لئے شروع میں عطا ہوتے تھے یہ یسوعیت کی صداقت کے ظاہری اور عین ثبوت تھے اور جب ان کی ضرورت نہ رہی وہ بھی بند ہو گئے (دیکھو افریقی ۱: ۱۰)۔ لیکن پاپائیت کے جو معجزات مدعوں کی غلط گناہ کو دفع کرنے میں ظاہر ہوتے تھے وہ یہ نسبت ان معجزات کے جو جسم کی بیماریوں کے دور کرنے میں ظاہر ہوتے ہیں بہت بڑے اور ہمیشہ قیمت ہوتے ہیں +

۱۵- درگاہ جو ایمان کے ساتھ ہو اس بیمار کو بچائے گی۔ اور خداوند اس کو اٹھا کھڑا کرے گا اور اگر گناہ کئے ہوں تو لئے معافی ہوگی +

اور گناہ جو ایمان کے ساتھ ہو تیل بچا نہیں سکتا وہ کو صحت ظاہری نشان ہے پس ایمان طریقہ کے لئے ضروری ہے بیمار کو بچا دے گی یعنی موت سے (یعنی ۱: ۱۰) خداوند اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ جیسے روحانی صحت کے لئے ویسے ہی جسمانی صحت اور تندرستی کے لئے دُعا کرنے کی ہم کو ہدایت ہوتی ہے واقعی دونوں آپس میں ایک خود کی رشتہ رکھتی ہیں اور معلوم

۱۶- تم آپس میں اپنی تقصیروں کا اقرار کرو اور ایک دوسرے کے لئے دُعا مانگو تاکہ تم شفا پاؤ۔ راستباز کی منت جب استعمال کی جاتی تو بڑی تاثیر رکھتی ہے +

آپس میں اپنی تقصیروں کا اقرار کرو۔ آپس میں ذکر پریش کے پاس جیسا کہ وہی کلیسا حکم کرتی ہے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنا جہاں بھاری فرض ہے اور کب کرنا چاہیے (۱) اُس وقت جبکہ ہم نے اپنے ہمسائے کو نقصان پہنچایا ہو (۲) اُس وقت جبکہ ہم کسی دوست یا خادم الدین سے کسی گناہ کی نسبت جو ہم سے سرزد ہو اسے نصیحت طلب کریں (۳) جب ہم اپنے دوستوں سے کسی گناہ کی نسبت جس میں ہم گرفتار ہیں دُعا کی درخواست کریں (۴) اس حالت میں جبکہ ہم تمام کلیسا کے سامنے اپنے گناہ سے توبہ کرنے کا اقرار کریں۔ تاکہ تم شفا پاؤ۔ جہاں پادری سے نیز روحانی مرض اور ضعف اور تکلیف سے (راستباز کی منت اپنے دل میں بہت تاثیر رکھتی ہے) یعنی دُعا کا جواب ضرور ملے گا۔ بشرطیکہ وہ جو دُعا مانگتا ہے ایک ایسا شخص ہو جس کا ایمان اس کے افعال سے ظاہر ہو جس کی عیسیٰ خدا کی مرضی سے مطابقت رکھتی ہو۔ اور جو پورے درجہ تک روح پاک کی ہدایت کے مطابق چلتا ہو (نورِ بیستوب ۱۱۳) خدا کے سچے فرزندوں کی دُعاؤں کا جواب کسی نہ کسی

ہوتا ہے کہ جس طرح خدا روحانی صحت دینے کو خوش ہے اسی طرح جہاں بھی دعا کرنے کو راضی ہے وہ نہ صرف روحانی بیماری سے بچاتا ہے بلکہ جسمانی بیماری سے بھی شفا بخشتا ہے بشرطیکہ ہم اس کی منقری شرائط یعنی ایمان اور اطاعت بجا لائیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ضروری وسائل کو جو مثل ادویات وغیرہ کے ہیں ترک کرنا چاہیے ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس نے یہ بھی منقر کر دیا ہے کہ اس قسم کے وسائل سے اثر ہوگا۔ تاہم سب سے بڑا وسیلہ جو خدا نے منقر فرمایا سو دُعا ہے۔ سیمپوں نے ابھی پورے طور پر یہ نہیں پہچانا کہ خدا کی یہ بخشش یعنی اس سے دُعا مانگنے کی اجازت کیسی وسعت رکھتی ہے۔ اور اگر گناہ کئے ہوں اگر وہ بددیوبہ بیماری کے اپنے گناہوں کا نتیجہ بھگت رہا ہو (اقت ۱۱۳) معاف کر دیج (متی ۶: ۱۲) دیو جاننا (۱) آہ خدا اپنے گنہگار بچوں پر کیسا مہربان ہے اور اس کی معافی فضل کے ساتھ بھرپور ہے اور منت ملتا ہے۔ ہم اپنی بیماری اور دکھ میں بیشتر یہ فریاد کرتے ہیں۔ ہائے بھگو مجھے ملنے کو جلد صحت دے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ ہماری دُعا زیادہ تر یہ ہو۔ اے خدا تو میرے گناہ معاف کر جس قدر ہمارا جسمانی باپ اس طرح کی دعاؤں کا جواب دینے کو تیار ہے اس قدر ہم مانگنے کو تیار نہیں +

زمین اپنے پھل اٹکا لائی +

اس نے پھر دعا کی (دیکھو اسلاطین ۱۶-۱۵) اور
لوقا ۱۱) ہم الیاس کی دعا سے سچی اور کامیابی دعا کے
نشان اور خاصیتیں سیکھتے ہیں (۱) پورا پورا یقین اس
بات کا کہ دعا ضرور قبول ہوگی (۲) ہماری دعائیں کوئی
خاص مقصد رکھتی ہوں (۳) دعا سرگرمی اور الہام سے
کی جائے کیونکہ سچی دعا انسان کی زندگی کے کاموں میں
سے ایک نہایت سرگرمی کا کام چونا چاہیے (۴) بار بار
کی جائے۔ ایک طرح مند اور زبردستی کرنی پڑتی ہے (پیش
۱۱-۱۰) جواب کا منتظر رہنا چاہیے (۵) سچی دعا قبول
کی جاتی ہے (دیکھو یثیاء ۴۵) (زبور ۳۴) (عزرائیل ۱۱)

۱۶-۱۷۔ اے بھائیو جو تم میں سے کوئی سچائی کی راہ سے گمراہ ہو
اور کوئی اس کو پھراے +

بیشک کسی گمراہ بھائی کو اپنی ہمدردی اور نصیحت اور دعا سے
پھر لانا بڑا مبارک کام ہے سچائی یعنی راستبازی کے نشان جو انجیل
میں بتائے ہیں اسکو پھرا دے یعنی اگر کوئی اسے غلط راہ سے سچی
راہ پر لائے (۱) تو ہر ایک شخص پر لازم ہے کہ وہ دوسروں کو راہ راست
کی طرف رجوع کر لے مگر بالخصوص ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنے
بھائی کو جو مسیحی راہ سے ہٹ گیا پھیر لائے +

صورت میں ہمیشہ بن جاتا ہے روح پاک ہم کو کسی دوسری کثرت
کے لئے کشتی کرنے کی ترغیب نہیں دیتی ہے جو وہ ہم کو
آخر کار خوشی سے نہ دے سکے۔ دعا ایک بڑی زبردست طاقت
ہے وہ روح کو اس سے جو زندگی اور قدرت کا منبع ہے ربط
دیتی ہے۔ ہمارے ایمان کے مطابق تمہارے ساتھ ہو۔ میں قد
سائی اور گنہگار ہم میں ہوتی ہے۔ ہم اسی نسبت سے بھرپور
ہوتے ہیں۔ دعا کی قدرت کی مثالیں جو گوشہ توادب سے
اور نیز موجودہ زمانہ کے سیموں کے تجربہ سے ظاہر ہوتی
ہیں بے شمار ہیں +

۱۷-۱۸۔ الیاس ہمارا ہم جنس انسان تھا اس نے دعا پر دعا
کی کہ پانی نہ برے سوئیں برس اور چھ ہینوں تک زمین
پر پانی نہ پڑا +

رسول یہاں دعا کی قدرت کی ایک مثال پرانے عہد
سے دیتا ہے باوجودیکہ الیاس ہماری مانند تھا یعنی تفسیروں
اور کرداروں سے آزاد نہ تھا تاہم اس نے بڑی سرگرمی سے
دعا کی کہ مینہ نہ برے اور اس کی یہ دعا سچی گئی (دیکھو
اسلاطین ۱۶ اور ۱۵) یقین برس اور چھ ہینوں تک
(دیکھو اسلاطین ۱۶) +

۱۸-۱۹۔ اور اس نے پھر دعا کی تو آسمان نے پانی برسایا اور

سے نازل ہوتی ہے جو شخص روجوں کو بہت پیار کرتا اور لوگوں کو اس واسطے راستی پر لانا چاہتا ہے کہ ان کی حالت بہتر اور خوشتر ہو جائے وہ مسیح کا ہم شکل ہے ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں کو اس لئے بنایا کہ وہ آدمیوں کے چھوے نہیں۔ وہ جن کی کوشش سے بہتیرے صاف ہو گئے ستاروں کی مانند ابدال آباد چکیے +

خاتمہ

جب ہم یقوت کا خط پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تعلیمات اور نصائح سے جو علی مسیحیت سے علاقہ رکھتی ہیں پڑھے اگرچہ خلافت میں چھوٹا ہے تاہم مسیحی زندگی کی روزمرہ چال اور گزرائے کے متعلق اس میں ساری باتیں پائی جاتی ہیں اس خط میں پہاڑی وعظ کی ایک تفسیر پائی جاتی ہے جو ہمارے خداوند کے بھائی کے قلم سے تیار ہوئی اور اس میں گلابیوں کے $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ کی جہاں روح کے پیلوں کا جو محبت اور خوشی، سلامتی، صبر، خیر خواہی، نیکی، ایسا انداز، فروتنی اور پرہیزگاری میں ذکر پایا جاتا ہے۔ ایک تفسیر (عملی مثالوں اور تفسیروں کی صورت میں) پائی جاتی ہے نیز اس میں ایک منسلک مآول موجود ہے۔ اس عجیب مسیحی محبت کی جس کا ذکر پہلے کرتی

۲۰- وہ یہ معلوم کرے کہ جو کوئی ایک گھنٹے کو اسکی گراہی کی راہ سے پھرتا ہے تو ایک جان کو موت سے بچا بیگا اور بہت گناہوں کو چھپا بیگا + وہ معلوم کرے یعنی اپنی خوشی اور تسلی اور بہت کے لئے اس بات کو یاد رکھے کہ وہ ایک جان کو موت سے بچائے گا۔ ایک بیش قیمت روح کو ابدی ہلاکت سے بچائے گا کسی شے یا کام سے ایسی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ جیسی ایک روح کو ابدی تابہی سے نور میں لانے سے ہوتی ہے۔ روجوں کو بچانے کا کام اس دنیا میں نہایت بزرگ اور مبارک کام ہے وہ مسیح کے کام کا ہم شکل ہے ہر ایک مسیحی کو اس میں ہاتھ لگانا چاہیے گنہگاروں کو تباہ ہوتے دیکھنا اور ان کو بچانے کے لئے ہاتھ نہ پسینا نہ فی الحقیقت ایک سخت گناہ ہے۔ انوس ہے کہ بہت مسیحی اپنی اس ذمہ داری کو نہیں پہچانتے۔ بہت گناہوں کو چھپا دے گا۔ اپنے گناہوں کو نہیں بلکہ اس کے گناہوں کو جو گراہی کی راہ سے پھرایا گیا ہے مسیح کے کفارے کے سبب سے جو گناہوں کی معافی کا وسیلہ ہے اس کے گناہ دھانچے اور مٹانے اور ہمیشہ کے لئے چھپائے جائیگے (دیکھو زبور ۱۱۶) رسول یہاں اس برکت کی طرف توجہ طلب کرتا ہے جو توبہ کرنے سے دلوں پر نہات یا ممتوں کی وسالت

مخاطب

ہم سچے میں آتا ہے کہ نجات صابر اور ملائم ہے۔ نجات حاسد اور کینه دار نہیں یعنی باز اور مغرور نہیں۔ ریا سے آزاد اور رفتار اور منتہار میں تمیز اور تہذیب کو کام میں لاتی ہے خود غرض نہیں ہوتی بلکہ فیض اور منتقل اور صلح جو ہوتی ہے بکھڑ اور عناد سے مبرا ہے ہر طرح کی راستی اور سچائی سے خوش ہوتی ہے تمام صعوبتیں ہمتی تمام قصور کو جلد معاف کرتی اور ہر طرح کی ایذاؤں کو صبر سے جھیلتی۔ پس چونکہ اس خط میں عملی مسیحیت کے بارے میں اس قدر نصیحتیں پائی جاتی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ ہم اس خط کے مضامین پر اپنے دلوں میں خود اور اپنے پڑوسیوں میں منادی کیا کریں۔ ہمارے ہندوستانی کلیسیا کی چین وہی حالت ہے۔ جو روسی زلزلے کی کلیسیا تھا کی تھی +

آخر میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر ہم ایسی زندگی جینا چاہیں جیسی اس خط میں بیان ہوئی ہے تو چاہیے کہ ہم اپنے آپ پر کسی طرح کا بھروسہ نہ کریں بلکہ باطنی مسیح کی قدرت اور دولت کو استعمال میں لانا سیکھیں کیونکہ سارا کمال اور بھرپوری مسیح میں ہے پس اگر مسیح ہم میں اور ہم مسیح میں ہوں تو جو کچھ اس کا ہے سو ہمارا ہے لئے کاش کہ ہم اس بات کو ایمان سے لائیں اور روز مرہ اپنے ایمان کا برتن مسیح کی باطنی قدرت کے اقتضائے چشمے سے جو رُوح کے پاک وسیلے سے ہمارے اندر جاری ہے بھرا کریں۔ تلمت بالخیر +

Rev Michael Joseph, Cell # 92 300 7233 854.
yscalfestus@gmail.com
yesmicheal@yahoo.co.uk
 Evengelst Yousaf Masih.
 Cell # 92 300 7233 853.